پانچویں صدی ہجری کے عراقی وزیرِ اعظم کے زیرِ اہتمام ایک اہم مناظرہ

مناظرۂ بغداد

شہنشاہِ عراق ملک شاہ سلجوقی کا دو ٹوک فیصلہ

دار العلوم قادریہ

پانچویں صدی ہجری کے عراقی وزیراعظم کے زیرِ اہتمام ایک اہم مناظرہ

مناظرۂ بغداد

شہنشاہِ عراق ملک شاہ سلجوقی کا دوٹوک فیصلہ

دار العلوم قادریہ

کتاب:	مناظرۂ بغداد
تالیف:	مقاتل بن عطیہ بن مقاتل البکری
ناشر:	دارالعلوم قادریہ
اشاعت:	ذی الحجہ ۱۴۲۳ھ
تعداد:	ایک ہزار
قیمت:	250

فہرست

ابتدائیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
الحمدللّٰہِ وحدہ والصّلوٰۃ والسّلام علی من بعث رحمۃ
للعالمین محمد النّبی العربی وآلہِ الطیّبین الطاھرین
وعلٰی اصحابہ المطیعین○

امابعد!

اس کتاب کا نام ''موتمر علماء بغداد'' یعنی (مناظرہ بغداد) جو شیعہ و سنی علماء کے درمیان ہوا اور مملکت کے وزیر کبیر عالم عظیم (عزت مآب) نظام الملک کے زیراہتمام سلطان معظم شہنشاہ ملک شاہ سلجوقی نے منعقد کرایا۔

اصل واقعہ یہ ہے کہ شہنشاہ مذکور ملک شاہ ایسا انسان تھا جس کا ذہن اندھے تعصب اور آباء و اجداد کی اندھی تقلید و عصبیت سے پاک تھا بلکہ یہ نوجوان طبعاً علم و علماء کا قدردان تھا۔ اگرچہ وہ بالفعل کھیل تماشہ اور لہولعب کی مجلسوں کا دلدادہ تھا اور زیادہ وقت شکار میں گزارتا تھا البتہ اس کا وزیر باتدبیر (نظام الملک)

مرد فاضل و دانا تھا جو بیہودہ کاموں سے یکسوئی اور حب دنیا سے علیحدگی پسند تھا۔ وہ ارادے کا دھنی تھا، نیک کاموں اور نیک لوگوں سے دوستانہ میل جول اس کا دستور زندگی تھا۔ وہ ہمیشہ حق جوئی کو مطمح نگاہ رکھتا تھا اور آل محمدؐ کی محبت میں بہت آگے تھا۔ چنانچہ بغداد کا مدرسہ نظامیہ اسی کی علم دوستی کا واضح ثبوت ہے۔ اس نے اہل علم کے لئے ماہانہ مرتب تنخواہیں مقرر کی تھیں اور بالعموم فقراء و مساکین پر نظر عاطفت رکھنا اس کا شیوہ تھا۔

ایک دن اکابر علماء شیعہ میں سے ایک عالم جید حسین بن علی علوی شاہی دربار میں داخل ہوا اور کچھ دیر ٹھہرنے کے بعد جب وہ رخصت ہوا تو حاضر دربار لوگوں میں سے ایک شخص کی ذلت آمیز نگاہوں نے اس کا تعاقب کرتے ہوئے اس کا مذاق اڑایا۔

ذہین بادشاہ کی دور رس نگاہیں بھی اس کی اس نازیبا حرکت کو تاڑ گئیں۔ چنانچہ فوراً اس سے اس توہین آمیز حرکت کی جواب طلبی کی تو اس نے جواب دیا کہ حضور والا یہ شخص ان کافروں میں سے ہے جن پر اللہ کا غضب اور اس کی لعنت ہے۔

بادشاہ نے ازراہِ تعجب پوچھا: یہ کیوں! کیا یہ مسلمان نہیں ہے؟

اس نے کہا: ہرگز نہیں بلکہ یہ تو شیعہ ہے۔

بادشاہ نے کہا: شیعہ کسے کہتے ہیں، کیا شیعہ مسلمانوں کا فرقہ نہیں ہے؟

اس نے کہا: ہرگز نہیں۔ وہ تو ابوبکر، عمر اور عثمان کو خلیفہ ہی نہیں مانتے۔

بادشاہ نے کہا: یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ کوئی شخص مسلمان ہوتے ہوئے ان تینوں کی امامت کو نہ مانے؟

اس نے کہا: حضور! یہ شیعہ لوگ ایسے ہی ہیں (مسلمان ہونے کا دعویٰ بھی کرتے ہیں اور ان کو خلیفہ بھی نہیں مانتے۔)

بادشاہ نے کہا: جب وہ ان صحابہ کو امام نہیں مانتے تو لوگ ان کو مسلمان کیوں کہتے ہیں؟

اس نے جواب دیا: میں نے اسی لئے تو عرض کیا ہے کہ یہ لوگ کافر ہیں۔

بادشاہ کافی دیر سوچنے کے بعد بولا: میرے وزیر نظام الملک کو فوراً بلاؤ تاکہ میں اس بات کی حقیقت کو معلوم کرسکوں۔

پس نظام الملک حاضر ہوا۔

بادشاہ نے پہلا سوال یہی کیا کہ بتاؤ شیعہ کون ہیں، کیا وہ مسلمان ہیں؟

نظام الملک نے جواب دیا: حضور! اہلسنت میں یہ مسئلہ اختلافی ہے۔ بعض ان کو مسلمان سمجھتے ہیں کیونکہ شیعہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ کی شہادت دیتے ہیں اور نماز و روزہ بھی بجالاتے ہیں البتہ بعض اہلسنت ان کو کافر جانتے ہیں۔

بادشاہ نے پوچھا: ان کی (شیعہ کی) تعداد کس قدر ہے؟

نظام الملک نے جواب دیا: جناب عالی! میں ان کی صحیح تعداد کو نہیں جانتا البتہ اندازہ ہے کہ باقی مسلمانوں سے ان کی تعداد آدھی ہوگی یعنی کل مسلمانوں کی ایک تہائی شیعہ ہیں۔

بادشاہ نے کہا: مسلمانوں سے ان کی تعداد آدھی ہے اور وہ کافر ہیں یہ کیسے؟

نظام الملک نے جواب دیا: حضور والا! بعض اہل علم ان کو کافر جانتے ہیں لیکن میں ان کو کافر نہیں کہتا۔

بادشاہ نے کہا: کیا یہ ہوسکتا ہے کہ تم شیعہ وسنی علماء کے ایک جگہ جمع ہونے کا انتظام کردو تاکہ ہم حقیقت کی تہہ تک پہنچ سکیں۔

وزیر نے جواب دیا: جناب عالی! یہ بہت مشکل ہے کیونکہ اس سے ملک اور شاہ دونوں کا وجود خطرے میں پڑ جائے گا۔

بادشاہ نے کہا: اس کی کیا وجہ ہے؟

وزیر نے کہا: حضور! شیعہ وسنی کا معاملہ ایک معمولی جھگڑا نہیں بلکہ یہ تو حق و باطل کی جنگ ہے۔ اس پر کئی دفعہ خونریزیاں ہوچکی ہیں، کتب خانے جلائے جاچکے ہیں، عورتوں کو قیدی بنایا گیا ہے، اس موضوع پر کتب و رسالے لکھے گئے بلکہ اس پر کئی جنگیں لڑی جاچکی ہیں۔

بادشاہ یہ سن کر تعجب کے دریا میں ڈوب گیا اور کافی دیر تک سوچنے کے بعد بولا: وزیر صاحب، بات سنو! تم جانتے ہو کہ مجھ پر اللہ کا بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے مجھے طویل و عریض ملک عطا فرمایا ہے، میرے پاس فوج و سپاہ کی بھی کوئی کمی نہیں ہے تو ہمیں اللہ کی اس نعمت عظمیٰ کا شکرادا کرنا چاہئے اور اس کا شکر اس طرح ہی ادا کیا جاسکتا ہے کہ ہم حقیقت کو ڈھوڈیں اور گمراہ لوگوں کے لئے صراط مستقیم تک پہنچنے کی راہ ہموار کریں۔

یہ حقیقت تو شک و شبہ سے بالاتر ہے کہ فریقین میں سے صرف ایک ہی حق پر ہوگا اور دوسرا یقیناً باطل پر ہوگا۔ پس ہمیں حق کی معرفت حاصل کر کے اس کو اختیار کرنا چاہئے اور باطل کو جان کر اس سے گریز کرنا چاہئے۔

وزیر صاحب! آپ ایک ایسی مجلس مناظرہ کی تشکیل کریں جس میں شیعہ و

سنی (فریقین) کے علماء حاضر ہوں اور اس مجلس میں فوجی آفیسر، تعلیم یافتہ، لکھے پڑھے لوگ اور اراکین سلطنت سب کو شامل کیا جائے۔

پس جب ہم اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ اہلسنت حق پر ہیں تو بزور شمشیر ہم شیعوں کو سنی بنالیں گے۔

وزیر نے کہا: اگر شیعہ نہ مانے تو پھر؟

نوجوان بادشاہ نے کہا: ''ہم سب کو قتل کردیں گے۔''

وزیر نے کہا: تمام مسلمانوں کی آدھی آبادی کو قتل کرنا آسان بات نہیں۔

بادشاہ نے کہا: پھر اس کا علاج اس کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے؟

وزیر نے جواب دیا: بہتر یہ ہے کہ مجلس مناظرہ کے قائم کرنے کی اس تجویز کو ملتوی کیا جائے۔

یہاں پہنچ کر فاضل وزیر اور شہنشاہ کے درمیان بات چیت ختم ہوگئی اور کسی مثبت نتیجے تک پہنچے بغیر کچہری برخواست ہوگئی اور بادشاہ اپنے محل سرا میں داخل ہوگیا۔

اس رات بادشاہ کی آنکھوں سے نیند بالکل کافور ہوگئی اور پوری بے چینی سے اس معاملے میں رات بھر سوچتا رہا۔ یہ بات اس کو بری طرح چبھ رہی تھی کہ کرسیٔ اقتدار کے باوجود وہ اس اہم کام کے انجام دینے سے قاصر ہے۔ چنانچہ صبح ہوتے ہی اس نے پھر اپنے وزیر نظام الملک کو بلایا اور اپنا حتمی فیصلہ سنادیا کہ فریقین کے علماء کو ہم دعوت دیں گے اور ان کے ابحاث باہمی مکالمات اور سوال و جواب کی روشنی میں حق کا سراغ لگائیں گے اور جب ہم اس نظریہ پر پہنچیں گے کہ مذہب اہلسنت حق ہے تو شیعوں کو حکمت موعظہ حسنہ، طمع مال اور ملازمتوں اور عہدوں کی

لالچ بلکہ ہر مناسب طریقے سے قبول حق کی طرف مائل کریں گے جس طرح مؤلفۃ القلوب کے ساتھ حضرت پیغمبر اکرمؐ کا دستور تھا۔ پس اس طریقے سے ہم اسلام کی شاندار خدمت کرسکیں گے۔

وزیر نے بادشاہ کی پوری تقریر سن کر پھر عرض کیا: حضور والا! آپ کا فرمان درست ہے لیکن پھر بھی مجھے مجلس مناظرہ خطرہ سے خالی نظر نہیں آتی۔

بادشاہ نے کہا: اس خطرے کے کیا معنی؟

وزیر نے جواب دیا: بادشاہ سلامت! مجھے دلائل و براہین کے اعتبار سے سنیوں پر شیعوں کے غالب آجانے کا خطرہ ہے۔ پس سارے لوگ سنی مذہب کے متعلق شک و شبہ میں پڑجائیں گے۔

بادشاہ نے کہا: کیا یہ بھی ممکن ہے؟

وزیر نے جواب دیا: ہاں جناب! شیعوں کے پاس قرآن مجید اور احادیث میں سے ایسی ادلّہ قاطعہ اور براہین ساطعہ موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کا مذہب صحیح ہے اور ان کا عقیدہ حق ہے لیکن یہ سن کر بادشاہ کو وزیر کی بات پر یقین نہ آیا۔ پس اس نے پھر اپنے آرڈر کو دہرایا کہ فریقین کے علماء کو ضرور بلایا جائے تاکہ ہم حق کو معلوم کرسکیں اور باطل سے پرہیز کرسکیں۔ اب وزیر نظام الملک کے لئے بادشاہ کے حکم کی تعمیل کئے بغیر اور کوئی چارہ نہ رہا تو اس نے سرتسلیم خم کرتے ہوئے بادشاہ سے ایک ماہ کی مہلت طلب کی تاکہ اس اہم کام کے لئے ضروری انتظامات مکمل کئے جائیں لیکن نوجوان بادشاہ نے ایک ماہ کی تاخیر کو قبول نہ کیا۔ آخرکار پندرہ دن کی مدت مقرر ہوئی۔

وزیر نظام الملک نے اس عرصے میں دس علماء اہلسنت کو دعوت دے دی جو اپنے زمانے کے اکابر علماء میں سے تھے اور علم فقہ، علم حدیث، علم اصول، علم مناظرہ اور تاریخ میں کافی مہارت رکھتے تھے۔ اس طرح اکابر علماء شیعہ میں سے بھی دس کو دعوت دیدی۔ یہ مناظرہ ماہ شعبان میں تھا اور اس کا موزوں مقام بغداد کے مدرسہ نظامیہ کو ہی تجویز کیا گیا۔

آخرکار انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں اور وہ تاریخ آ گئی۔ مدرسہ نظامیہ میں مناظرہ کی اسٹیج لگادی گئی اور جلسہ گاہ کو سجادیا گیا۔ شہنشاہ، وزراء، فوجی آفیسر اور ارکان دولت اپنی اپنی مخصوص نشستوں پر بیٹھ گئے۔ علماء اہلسنت کو دائیں جانب اور علماء شیعہ کو بائیں طرف جگہ دی گئی۔

شرائط مناظرہ

بادشاہ نے اس مناظرہ کے لئے تین شرطوں کی پابندی کو ضروری قرار دیا:

(۱) نماز، کھانے اور آرام کے اوقات کو مستثنیٰ کرنے کے بعد مناظرہ صبح سے شام تک سارا دن رہے گا۔

(۲) دورانِ بحث حوالہ جات فریقین کی موثق و معتبر کتب سے دیئے جائیں گے۔ شہرت عامہ اور سنی سنائی باتوں کا حوالہ نہ دیا جائے گا۔

(۳) مجلس مناظرہ کی ساری کارروائی ضبط تحریر میں لائی جائے گی۔

قول مترجم

چنانچہ زیر نظر کتاب بادشاہ کے حکم کے مطابق مجلس مناظرہ کی پوری کارروائی ہے جس کو بادشاہ کے پرسنل سیکریٹری (جو غالباً مجلس مناظرہ میں اسٹیج سیکریٹری بھی تھے) نے سپرد قلم کیا ان کا نام نامی مقاتل بن عطیہ بکری حنفی ہے۔ یہ رشتے میں نظام الملک وزیر اعظم کے داماد تھے۔

افتتاحی تقریر

وزیر مملکت نظام الملک افتتاحی تقریر کے لئے اٹھے۔ مختصر خطبے کے بعد انہوں نے اپنے بیان میں مناظرہ کے لئے سابقہ شرائط کے علاوہ مندرجہ ذیل شرائط کا مزید اضافہ کیا:

(۱) یہ مناظرہ بالکل (دھاندلی، بیہودہ شور وغل اور بے راہ روی سے) پاک وصاف ہوگا۔

(۲) اس مناظرہ میں فریقین کا نصب العین ''تلاش حق'' ہوگا۔

(۳) اس مناظرہ میں صحابہٴ رسولؐ کو توہین آمیز لہجہ یا سب وشتم سے یاد نہ کیا جائے گا۔

شیعہ مناظر اور سنی مناظر کا تعارف

سنی مناظر

شیخ عباسی کے لقب سے مشہور تھے۔ ان کے اصلی نام کا ذکر نہیں کیا گیا۔

شیعہ مناظر

علوی کے لقب سے پکارے جاتے تھے۔ ان کا نام حسین بن علی تھا۔

مناظرہ کی کارروائی کا آغاز

سنی مناظر: شیخ عباسی نے کہا: میں ایسے مذہب سے مناظرہ کیسے کروں جو تمام صحابہ کو کافر جانتا ہے۔[1]

شیعہ مناظر: علوی نے کہا: وہ کون ہیں جو تمام صحابہ کو کافر جانتے ہیں؟

سنی مناظر: وہ تم شیعہ لوگ ہی ہو کہ تمام صحابہ کو کافر کہتے ہو۔

شیعہ مناظر: جناب مولوی صاحب! یہ بات بالکل غلط اور خلاف واقع ہے کیونکہ صحابہ میں حضرت علیؑ، عباس، سلمان، ابوذر، ابن عباس اور مقداد وغیرہم بھی ہیں کیا ہم شیعہ ان کو کافر کہتے ہیں؟

سنی مناظر: تمام صحابہ سے میری مراد ابوبکر، عمر، عثمان اور ان کے پیروکار ہیں۔

شیعہ مناظر: آپ کے بیان سے اجتماع نقیضین کا قول لازم آتا ہے کیا آپ نہیں جانتے کہ اہل منطق کے نزدیک سالبہ کلیہ کی نقیض موجبہ جزئیہ ہے۔ ایک دفعہ آپ نے کہا کہ شیعہ تمام صحابہ کو کافر جانتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ لَیْسَ اَحَدٌ مِنَ الصَّحَابَةِ بِمُومِنٍ اور یہ سالبہ کلیہ ہے۔ پھر فوراً کہہ دیا کہ شیعہ بعض صحابہ

کو کافر جانتے ہیں۔ اور اس کا مطلب یہ ہے بَعْضُ الصَّحَابَةِ مُومِنٌ اور یہ موجبہ جزئیہ ہے اور اجماع نقیضین محال ہے۔

اس مقام پر وزیر موصوف نے بولنا چاہا لیکن شیعہ مناظر نے اسے ٹوک دیا اور کہا: وزیر صاحب! ہماری گفتگو میں کسی کو دخل انداز ہونے کا کوئی حق نہیں۔ مگر اس صورت میں کہ جب ہم جواب دینے سے عاجز ہو جائیں۔ ورنہ یہ خلط بحث ہوگا اور بات اپنے اصلی موضوع سے ہٹ جائے گی جس کا نتیجہ تضییع وقت کے سوا اور کچھ نہ ہوگا۔ پھر شیعہ مناظر نے سنی مناظر کو خطاب کرتے ہوئے کہا: عباسی صاحب! آپ یقین کرلیں کہ آپ کا قول ''شیعہ تمام صحابہ کو کافر جانتے ہیں'' سفید جھوٹ ہے۔

سنی مناظر سے اس کا جواب نہ بن پڑا۔ اس کا چہرہ شرمندگی سے لال پیلا ہوگیا اور وہ گہری خاموشی کے سمندر میں ڈوب گیا۔ کچھ وقفے کے بعد سنبھلا اور کہنے لگا:

قول مترجم

جب اس نے تسلیم کرلیا کہ ''شیعہ بعض صحابہ یعنی علی و سلمان و ابوذر وغیرہ کو کافر نہیں جانتے'' اور یہ سالبہ جزئیہ ہے پس اگر کہا جائے کہ شیعہ تمام صحابہ کو کافر جانتے ہیں تو یہ چونکہ موجب کلیہ ہے لہذا اجتماع نقیضین کا قول لازم آتا ہے۔

سَبّ صحابہ

سنی مناظر: تم شیعہ لوگ ابوبکر، عمر اور عثمان کو سَبّ کرتے ہو؟

شیعہ مناظر: بعض شیعہ ان کو سَبّ کرتے ہیں اور بعض سب نہیں کرتے۔

قول مترجم

لعنت اور سب میں فرق

قرآن مجید میں سَبّ اور لعنت کی دو لفظیں الگ الگ معانی میں استعمال ہوئی ہیں۔

سَبّ کے متعلق ارشاد ہے: وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ○ ان کو سَبّ نہ کرو جن کو لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں، ورنہ وہ (غیر اللہ کو پکارنے والے) ازراہ سرکشی بے سمجھے بوجھے اللہ کو سَبّ کریں گے۔ (سورۂ انعام: پ۷، ع۱۹)

مقصد یہ ہے کہ کسی کے جھوٹے خدا کو گالی نہ دو، ورنہ وہ تمہارے سچے خدا کو گالی دیں گے۔

لعنت کا استعمال

(۱) جو لوگ اللہ کے دین اور حقائق اسلام پر پردہ ڈالتے ہیں۔ ان کے متعلق ارشاد قدرت ہے: اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ ○ ایسے لوگوں پر اللہ لعنت کرتا ہے اور لعنت کرنے والے بھی لعنت کرتے ہیں۔ (سورۂ بقرہ: پ۲، ع۳)

(۲) جو لوگ کافر ہوں اور کفر کی حالت پر رہ کر مرجائیں ان کے متعلق فرماتا ہے: عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ○ ایسے لوگوں پر اللہ،

فرشتے اور تمام لوگ لعنت کرتے ہیں۔ (سورۂ بقرہ: پ۲، ع۳)

(۳) آیت مباہلہ میں ہے: فَنَجْعَلْ لَّعْنَةَ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ ○ (سورۂ آل عمران: پ۳، ع۱۳) حکم یہ تھا کہ وہ اپنی اولاد، بیٹوں اور بیٹیوں کو اور اپنے نفسوں کو لائیں اور حضرت پیغمبرؐ اپنے بیٹوں، بیٹیوں اور نفسوں کو لائیں اور دونوں فریق اللہ سے دعائیں مانگیں کہ جھوٹے پر لعنت ہو۔

(۴) جو لوگ ایمان لائے اور رسول کو برحق سمجھنے کے بعد کفر کی طرف پلٹ جائیں۔ ان کے متعلق فرماتا ہے: جَزَآءُهُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ○ یعنی ایسے لوگوں کی سزا یہ ہے کہ ان پر اللہ اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ (سورۂ آل عمران: پ۳، ع۱۷)

(۵) بعض اہل کتاب کو ایمان کی دعوت کے ساتھ انکار کرنے پر لعنت کی دھمکی دی گئی ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے: اَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّآ اَصْحٰبَ السَّبْتِ○ دعوت ایمان کو ٹھکرانے والوں پر ہم ایسی لعنت بھیجیں گے جس طرح ہفتے کے دن شکار کرنے والوں پر بھیجی۔ (لعنت سے مراد مسخ ہونے کا عذاب ہے۔) (سورۂ نساء: پ۵، ع۴)

(۶) وہ اہل کتاب جو اہل اسلام کے مقابلے میں کفار مکہ کے دین کی تائید کرتے تھے ان کے متعلق ارشاد ہے: اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ وَمَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا ○ ایسے لوگوں پر اللہ کی لعنت ہے اور جس پر اللہ لعنت کرے اس کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ (سورۂ نساء: پ۵، ع۵)

(۷) قاتل مومن کے متعلق ارشاد ہے: غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ

لَهٗ عَذَابًا عَظِیْمًا ○ یعنی اس (قاتل مومن) پر اللہ کا غضب اور اس کی لعنت ہے اور اس نے اس کے لئے زبردست عذاب تیار کیا ہے۔ (پ۵، ع۱۰)

(۸) شیطان کے متعلق فرماتا ہے: لَعَنَهُ اللّٰهُ. اس پر اللہ کی لعنت ہے۔ (پ۵، ع۱۵)

(۹) عہد شکنی کرنے والوں کے متعلق فرماتا ہے: لَعَنّٰهُمْ. ہم نے ان پر لعنت کی ہے۔ (پ۶، ع۷)

(۱۰) جن یہودیوں پر عذاب خدا نازل ہوا ان کے متعلق فرماتا ہے: مَنْ لَعَنَهُ اللّٰهُ وَ غَضِبَ عَلَیْهِ○ یعنی ان لوگوں کا انجام بد باعث عبرت ہے (جن پر اللہ نے لعنت کی اور اپنے غضب میں گرفتار کیا۔ (پ۶، ع۱۳)

(۱۱) بنی اسرائیل کے متعلق فرماتا ہے: لُعِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ○ یعنی بنی اسرائیل میں سے جو لوگ کافر ہوئے ان پر لعنت کی گئی۔ (پ۶، ع۱۵)

(۱۲) جہنم میں جانے والی ایک جماعت دوسروں پر لعنت کرے گی۔ چنانچہ فرماتا ہے: کُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ○ یعنی جب ایک جماعت جہنم میں داخل ہوگی تو وہ اپنی ساتھی جماعت پر لعنت کرے گی کہ تم نے ہمیں گمراہ کیا تھا۔ (سورۂ اعراف: پ۸، ع۱۱)

وہ آیات جن میں لعنت کے لفظ کو استعمال کیا گیا ہے اس جگہ ان سب کے جمع کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ قرآن مجید میں لعنت کا استعمال

کن معانی میں ہوا ہے۔ متذکرہ بالا آیات میں لعنت کے معانی یہ ہیں:

(۱)	بیزاری	(۲)	رحمت خدا سے دوری
(۳)	بددعا	(۴)	ناراضگی
(۵)	عذاب	(۶)	غضب
(۷)	گالی گلوچ	(۸)	ذلت و خواری

(۹) رسوائی وغیرہ۔

قرآن مجید کی سیر کرنے سے صاف واضح ہوتا ہے کہ مشرکین و کافرین و منافقین پر اللہ کی لعنت ہے نیز فرشتوں اور لوگوں کی بھی ان پر لعنت ہے تو یقیناً لعنت سے مراد سَبّ کرنا نہیں کیونکہ سَبّ کرنے سے خدا نے مومنوں کو منع فرمایا ہے۔

یوں سمجھئے کہ لعنت اور سَبّ میں عام و خاص مطلق کی نسبت ہے کیونکہ سَبّ کرنا لعنت کا فرد ہے۔ یعنی جہاں سَبّ ہوگا وہاں لعنت ہوگی لیکن جہاں لعنت ہو ضروری نہیں کہ سَبّ بھی ہو۔ یعنی کسی کے جھوٹے خدا کو سَبّ کرنا منع ہے لیکن اس پر لعنت کرنا منع نہیں جبکہ لعنت کا معنی بیزاری ہے اور چونکہ اہلسنت حضرات لعنت کرنے کو بھی سَبّ کہتے ہیں۔ اسی بنا پر عباسی نے کہا تھا کہ شیعہ لوگ ابوبکر، عمر اور عثمان کو سَبّ کرتے ہیں تو شیعہ مناظر نے اس کے جواب میں کہا تھا کہ بعض کرتے ہیں اور بعض نہیں کرتے۔

عباسی (سنی مناظر) نے پوچھا: آپ کس گروہ سے تعلق رکھتے ہیں؟

علوی (شیعہ مناظر) نے جواب دیا: میں اس گروہ میں سے ہوں جو سَبّ نہیں کرتے لیکن میرا خیال ہے کہ سَبّ کرنے والوں کے پاس معقول دلیل ہے لہذا

ان کا ثلاثہ کو سَبّ کرنا میرے نزدیک نہ کفر ہے نہ فسق بلکہ گناہ صغیرہ بھی نہیں ہے۔[2]

سنی مناظر یہ سن کر غصے سے آگ بگولہ ہوگیا اور بادشاہ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا: بادشاہ سلامت آپ سن رہے ہیں کہ یہ شخص کیا کہہ رہا ہے؟

علوی (شیعہ مناظر) نے فوراً اسے ٹوک دیا کہ عباسی صاحب! بادشاہ کو دخل اندازی پر اکسانا مغالطہ ہے کیونکہ بادشاہ سلامت نے ہمیں دلائل و براہین کے ذریعے اپنا اپنا مسلک ثابت کرنے کے لئے دعوت دی ہے نہ کہ طاقت و اسلحہ استعمال کرنے کے لئے ہمیں بلایا ہے۔

بادشاہ نے کہا: بے شک علوی (شیعہ مناظر) درست کہہ رہا ہے۔ عباسی (سنی مناظر) کو مدلل جواب دینا چاہیئے۔

قول مترجم

کیا سَبّ صحابہ کفر ہے؟

صحابہ کو سَبّ کرنا کفر تب ہوگا جب قرآن مجید سے ثابت ہو یا پیغمبر اکرمؐ کے صحیح فرمان سے اس کا ثبوت مل جائے اور چونکہ قرآن و سنت سے سَبّ صحابہ کا کفر ہونا ثابت نہیں ہوتا اس لئے شیعہ مناظر کی بات کا جواب فریق مخالف کے پاس سوائے خاموشی کے اور کچھ نہ تھا اور علماء اہلسنت میں سے ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں صاف کہا ہے کہ سَبّ شیخین کفر نہیں ہے نیز ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ، مطبوعہ قاہرہ (مصر) ص ۲۵٦ پر لکھا ہے کہ سَبّ شیخین کفر نہیں ہے۔

شیعہ مناظر نے جواب دیا: آپ کے نزدیک واضح ہو تو ہو میرے نزدیک

واضح نہیں۔ آپ صحابہ کو سبّ کرنے والوں کا کفر دلیل و برہان سے ثابت کریں اور پہلے یہ بتائیں کہ کیا آپ تسلیم کریں گے کہ جس پر رسول اللہؐ سبّ کریں وہ سبّ کے مستحق ہیں؟

سنی مناظر نے کہا: بے شک میں تسلیم کرتا ہوں کہ جس پر رسول اللہؐ سبّ کریں وہ سبّ کا مستحق ہے۔

شیعہ مناظر نے کہا: رسول اللہؐ نے تو ابوبکر و عمر پر سبّ کیا ہے۔

سنی مناظر نے کہا: سفید جھوٹ ہے۔ رسول اللہؐ نے ان پر کب سبّ کیا ہے؟

شیعہ مناظر نے جواب دیا: سنی مورخین نے اس حقیقت سے نقاب کشائی کی ہے کہ نبی کریمؐ نے ایک لشکر تیار کیا اور اسامہ کو اس لشکر کا سالار مقرر فرمایا اور ابوبکر و عمر دونوں کو اس لشکر میں شامل کیا اور فرمایا[۳] اللہ کی لعنت ہو اس شخص پر جو اسامہ کے لشکر سے تخلف کرے (پیچھے رہے) اور تاریخ یہ کہتی ہے کہ ابوبکر و عمر دونوں نے اسامہ کے لشکر سے تخلف کیا (پیچھے رہے)۔ پس رسول اللہؐ کی لعنت ان دونوں کو شامل ہے اور جس پر رسول اللہؐ لعنت کریں ہر مسلمان کو حق پہنچتا ہے کہ ان پر لعنت کرے۔

عباسی (سنی مناظر) نے یہ سنتے ہی سر جھکا لیا اور اس کا ناطقہ بند ہو گیا۔

بادشاہ نے وزیر سے دریافت کیا: آپ بتائیں کیا علوی (شیعہ مناظر) صحیح کہہ رہا ہے؟

وزیر نے جواب دیا: اہل تاریخ نے تو ایسا ہی لکھا ہے۔[۱][۴]

ا۔ حوالہ کے لئے طبقات بن سعد قسم ثانی، ج ۲، ص ۱۴۱۔ تاریخ ابن عساکر، ج ۲، ص ۳۹۱۔ کنز العمال، ج ۵، ص ۳۱۲۔ کامل ابن اثیر، ج ۲، ص ۱۲۱۔ ناشر۔

قول مترجم

جب حضور اکرمؐ نے سالار لشکر اسامہ بن زید کو مقرر فرمایا اور حضرت ابوبکر و حضرت عمر و حضرت عثمان کو اسامہ کے ماتحت رہ کر محاذ جنگ پر جانے کا حکم صادر فرمایا تو صحابہ نے زبان اعتراض کھولی اور کہا کہ پیغمبر اکرمؐ نے ایک نوجوان لڑکے کو بڑے بڑے صحابہ پر جرنیل و افسر مقرر کیا ہے۔ جب حضور اکرمؐ تک یہ بات پہنچی تو آپ نے فرمایا: تم نے اس سے پہلے اس کے باپ پر بھی اعتراضات کئے تھے۔ اب تم پر اس کی سرکردگی میں محاذ پر جانا ضروری ہے۔ (معارج النبوۃ)

یہ واقعہ ۱۰ / ربیع الاول ۱۱ھ کا ہے لیکن افسوس کہ حضور اکرمؐ کے حکم کی صحابہ نے تعمیل نہ کی۔[1]

حضور اکرمؐ نے فرمایا تھا: جَهِّزُوْ جَيْشَ اُسَامَةَ لَعَنَ اللّٰهُ من تَخَلَّفَ عَنْهَا. یعنی اسامہ کے لشکر کو روانہ کرو اور اللہ اس پر لعنت کرے جو اسامہ کے لشکر سے تخلف کرے۔ (کتاب الملل والنحل شہرستانی، ص۱۲)

شیعہ مناظر نے تائید مزید کے لئے کہا کہ اگر صحابہ کو سَبّ کرنا کفر یا فعل حرام ہے تو پھر تم لوگ معاویہ بن ابی سفیان کو کافر کیوں نہیں سمجھتے یا کم از کم اس کو فاسق و فاجر کیوں نہیں کہتے کیونکہ یہ بات مسلمات میں سے ہے کہ وہ چالیس برس تک حضرت علی علیہ السلام کو سَبّ کرتا رہا اور اس کی تاسّی میں ستر برس تک حضرت علیؑ پر سَبّ ہوتا رہا۔

۱۔ معارج النبوۃ رکن چہارم، ص۲۶۰۔ مصنفہ معین الدین کاشفی اور روضۃ الاحباب وغیرہ۔

قول مترجم

نوٹ: غالباً چالیس سال کا اشتباہ راوی یا کاتب سے ہے اسی طرح ستر سال بھی اشتباہاً لکھا گیا ہے کیونکہ معاویہ کی اپنی حکومت کا عرصہ بیس برس ہے ۴۰ھ تا ۶۰ھ۔ عمر بن عبدالعزیز اموی نے ۱۰۰ھ میں اپنے دور حکومت میں علیؑ پر سَبّ کرنے کی بدعت کو ختم کرادیا تھا۔ تو گویا معاویہ کے بعد یہ سلسلہ چالیس برس تک رہا لیکن سبط بن الجوزی کی تذکرۃ الخواص میں ہے کہ علیؑ پر سَبّ وشتم کا سلسلہ بنی امیہ کے اقتدار کے آخر زمانہ تک قائم رہا اور وہ پورا ایک ہزار مہینہ کا عرصہ بنتا ہے جو تراسی (۸۳) سال چار (۴) ماہ ہے۔

بادشاہ نے کہا: یہ بات صاف ہوگئی۔ اب اس مقصد پر طول کرنے کی ضرورت نہیں۔ کسی اور موضوع پر بات کیجئے۔

قول مترجم

علیؑ کو سَبّ کرنا کفر ہے

قرآنی آیات اور نبوی احادیث دونوں سے ثابت ہوتا ہے کہ علیؑ کو سَبّ کرنا کفر اور سَبّ کرنے والا کافر ہے۔

۱۔ قرآن مجید کی آیت مباہلہ میں اَنفُسَنَا کی جگہ حضرت پیغمبر اکرمؐ میدان مباہلہ میں حضرت علیؑ کو اپنے ہمراہ لے گئے۔ چنانچہ تمام مفسرین اس

بات پر متفق ہیں۔ پس ازروئے قرآن علیؑ نفس رسول ثابت ہوئے تو جس نے علیؑ کو سَبّ کہا گویا اس نے نفس رسول کو سَبّ کیا اور نفس رسول کو سَبّ کرنا کفر ہے۔ پس علیؑ کو سَبّ کرنا کفر ہے۔

۲۔ احادیث نبویہ تو معنوی طور پر تواتر کا درجہ رکھتی ہیں جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ علیؑ کو سَبّ کرنا کفر ہے۔ مثلاً بعض میں صراحت سے مذکور ہے کہ جس نے علیؑ کو سَبّ کیا اس نے مجھے سَبّ کیا۔ چنانچہ خصائص نسائی میں حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اکرمؐ سے سنا: مَنْ سَبَّ عَلِيًّا فَقَدْ سَبَّنِيْ. یعنی جس نے علیؑ کو سَبّ کیا اس نے مجھے سَبّ کیا۔

وہ احادیث جن میں علیؑ کو کل ایمان کہا گیا ہے۔ چنانچہ بروز جنگ خندق جب علیؑ میدان میں عمرو بن عبدود کے مقابلے میں نکلے تو حضور اکرمؐ نے فرمایا: بَرَزَ الْاِيْمَانُ كُلُّهٗ اِلَى الْكُفْرِ كُلِّهٖ. یعنی سارے کا سارا ایمان سارے کے سارے کفر کے مقابلے میں جارہا ہے۔ تو گویا جس نے علیؑ کو سَبّ کیا اس نے ایمان کو سَبّ کیا۔ (معارج)

وہ احادیث جن میں پیغمبر اکرمؐ نے علیؑ کو اپنا بدل قرار دیا مثلاً سورۂ برأت کے لئے جب ابوبکر کو بھیجا تو پیچھے سے علیؑ کو بھیج کر ابوبکر سے عہدہ تبلیغ واپس لے لیا گیا اور حضور اکرمؐ کے یہ الفاظ ہیں کہ یہ کام میرا ہے یا وہ آدمی یہ کام کرسکتا ہے جس کی حیثیت میری حیثیت جیسی ہو۔ اَنَـا اَوْ رَجُلٌ مِنِّـیْ. (خصائص نسائی) پس علیؑ کو سَبّ کرنے والا نبی کو سَبّ کرتا ہے۔

وہ احادیث جن میں علیؑ کو محبوب خدا ہونا بیان کیا گیا ہے مثلاً حدیث طیر

کہ حضورؐ نے دعا کی تھی ''اے پروردگار! اپنے محبوب ترین بندے کو بھیج جو میرے ساتھ اس پرندہ کا گوشت کھانے میں شریک ہو۔'' پس علیؑ آئے اور انہوں نے حضور اکرمؐ کے ساتھ وہ پرندہ تناول کیا یا جس طرح آپ نے بروز خیبر فرمایا تھا ''میں علم اس کو دوں گا جو خدا و رسول کا محبوب و محبّ ہوگا یا وہ حدیثیں جن میں علیؑ کی محبت کو ایمان اور بغض کو نفاق بتایا گیا ہے۔ (خصائص نسائی و دیگر کتب صحاح) پس ان احادیث کی رو سے علیؑ کو سَبّ کرنے والا خارج از ایمان ہوگا۔

اور اس میں شک کرنے کی ذرہ بھر گنجائش نہیں کہ معاویہ، حضرت علیؑ کا دشمن تھا اور احادیث نبویہ (جو کتب صحاح میں منقول ہیں) کی رو سے اس کا خارج ایمان ہونا ثابت ہوتا ہے اور دشمنی کے ساتھ ساتھ اس نے علیؑ کو سَبّ کرنے کی سنت قائم کی اور حدیث پیغمبرؐ اور آیت مباہلہ کی رو سے علیؑ کو سَبّ کرنا چونکہ پیغمبر اکرمؐ کو سَبّ کرنے کے برابر ہے لہذا معاویہ کا کافر ہونا ثابت ہوتا ہے۔ آیت اور احادیث کی دلالت سے قطع نظر سنی مناظر کے مذکورہ بالا فتویٰ کی رو سے (کہ صحابہ کو سَبّ کرنا کفر ہے) معاویہ کے کفر پر اس کی جانب سے مہر تصدیق ثبت ہوگئی۔ خواہ وہ زبان سے اس کا اعتراف کرے یا نہ کرے اور کس قدر ستم ظریفی بلکہ اندھیر گردی ہے کہ جس صحابی (علیؑ) کو سَبّ کرنا قرآن و سنت کی رو سے کفر ہے اس کے سَبّ کرنے والے کو معاف کیا جاتا ہے بلکہ اس کو مومن ثابت کرنے پر ایڑی چوٹی کا زور لگایا جاتا ہے اور جن کا سَبّ کرنا قرآن و سنت کی رو سے کفر نہیں ان کو کافر کہنے پر اصرار ہے اسی لئے سید مناظر نے کہا کہ ان کو سَبّ کرنا نہ کفر ہے، نہ فسق، نہ گناہ بلکہ سنت پیغمبر اکرمؐ ہے کیونکہ لشکر اسامہ سے تخلف کرنے والوں پر حضور اکرمؐ نے لعنت کی تھی

اور اس کے برعکس علیؑ کو سَبّ کرنا گناہ بھی ہے اور کفر بھی کیونکہ قرآن و حدیث کی رو سے علیؑ کو سَبّ کرنا رسول کو سَبّ کرنے کے برابر ہے اور وہ کفر ہے۔

علامہ ابوالاعلیٰ مودودی اپنی کتاب خلافت و ملوکیت کے صفحہ ۱۷۴ پر تحریر فرماتے ہیں:

ایک اور نہایت مکروہ بدعت جو حضرت معاویہ کے عہد میں شروع ہوئی کہ وہ خود اور اس کے حکم سے ان کے تمام گورنر خطبوں میں برسر منبر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سَبّ و شتم کی بوچھاڑ کرتے تھے حتیٰ کہ مسجد نبوی میں منبر رسولؐ پر عین روضۂ نبوی کے سامنے حضورؐ کے محبوب ترین عزیز کو گالیاں دی جاتی تھیں اور حضرت علیؑ کی اولاد اور ان کے قریب ترین رشتہ دار اپنے کانوں سے گالیاں سنتے تھے۔

علامہ سبط بن جوزی نے تذکرہ خواص میں ذکر کیا ہے کہ معاویہ نے ایک مرتبہ سعد بن ابی وقاص سے کہا کہ تو ابوتراب (علیؑ) کو سَبّ کیوں نہیں کرتا؟ سعد نے جواب دیا: حضرت علیؑ کے بارے میں تین باتیں مجھے یاد ہیں جو رسول اللہؐ نے فرمائی تھیں اس لئے میں علیؑ کو سَبّ نہیں کرتا۔ معاویہ نے پوچھا: وہ کون سی ہیں؟ تو سعد نے جواب دیا:

۱۔ حدیث رأیت (اس حدیث کو احمد بن حنبل نے مسند میں، بخاری اور مسلم نے صحیحین میں، نسائی نے خصائص میں، ترمذی نے اپنی صحیح میں اور دیگر علماء نے بھی اپنی تصانیف میں ذکر کیا ہے) حضور اکرمؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ خیبر کے موقع پر فرمایا: کل میں علَم اس شخص کے حوالے کروں گا جو خدا و رسولؐ کو دوست رکھتا ہے اور خدا و رسولؐ اس کو دوست رکھتے ہیں اور خدا اس کے ہاتھ پر فتح دے گا۔

لوگوں نے علَم حاصل کرنے کے انتظار میں رات بستروں پر کروٹیں بدل بدل کر بسر کی اور صبح کو ہر شخص کے دل میں اس شرف کے حصول کا لالچ تھا۔

رسول اللہؐ نے پوچھا کہ علیؑ کہاں ہیں؟ تو جواب ملا کہ وہ آشوب چشم کی تکلیف رکھتے ہیں۔ آپ نے علیؑ کو بلوایا اور چشمہ وحی سے دھلا ہوا دہانِ رسالت کے پاکیزہ ظرف سے نکلا ہوا لعاب نبوت کا کاجل علیؑ کی آنکھوں میں ڈالا اور دعا کی اور علَم عطا فرما کر علیؑ کو روانہ جہاد فرمایا۔

۲۔ نصاریٰ نجران کے ساتھ مباہلہ کے موقع پر اَبْنَا ئَنَا کی جگہ حسنؑ و حسینؑ کو نِسَا ئَنَا کی جگہ فاطمہ زہراؑ کو اور اَنْفُسَنَا کی جگہ علیؑ کو حضور اکرمؐ ہمراہ لے گئے اور فرمایا: خدایا! یہ میرے اہلبیت ہیں۔ احقاق الحق میں علامہ حلی نے دعویٰ کیا ہے کہ آیت مجیدہ کی اس تفسیر میں تمام مفسرین کا اجماع ہے۔

۳۔ رسول اللہؐ جب جنگ تبوک کی طرف جانے لگے تو علیؑ کو اپنا خلیفہ بنا کر گئے۔ جب حضرت علیؑ نے ساتھ جانے کی خواہش ظاہر کی تو آپ نے فرمایا: کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ تیری مجھ سے وہ نسبت ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی۔ (اس حدیث کو مسعودی نے مروج الذہب میں، نسائی نے خصائص میں اور اکثر علماء نے نقل کیا ہے۔)

معاویہ نے یہ سن کر کہا: پہلے کی بہ نسبت اب تُو میرے نزدیک زیادہ قابل نفرت و ملامت ہے کیونکہ جب تو علیؑ کے اس قدر فضائل جانتا ہے تو پھر تو نے اس کی اطاعت سے کنارہ کشی کیوں اختیار کی ہے اور اس کی بیعت کو چھوڑ کر الگ کیوں ہو گیا ہے؟ اگر میں نے خود یہ باتیں رسول اللہؐ سے سنی ہوتیں تو عمر بھر علیؑ کی غلامی کرتا۔

ایمان بالقرآن اور حضرت عثمان کے جمع قرآن پر شیعہ مناظر کا تبصرہ

سنی مناظر نے کہا: تم شیعوں کی بدعات میں سے ہے کہ تم قرآن کو نہیں مانتے۔

شیعہ مناظر علوی نے جواباً کہا: بلکہ یہ تمہاری سنی لوگوں کی بدعات میں سے ہے کہ تم لوگ قرآن کو نہیں مانتے [۵] اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جس کام کو عثمان نے انجام دیا کیا خود رسول اللہؐ اس ضروری کام سے جاہل تھے کہ انہوں نے خود بنفس نفیس قرآن کو جمع نہیں کیا اور اس کمی کو عثمان نے پورا کیا؟ اور دوسرا سوال یہ ہے کہ اگر قرآن نبی کریمؐ کے زمانے میں جمع نہیں تھا تو حضور اکرمؐ اپنی قوم کو اور صحابہ کرامؓ کو ختم قرآن کا حکم کیوں دیتے تھے۔ چنانچہ ختم قرآن کے ثواب کی احادیث بکثرت وارد ہیں اور قرآن کے جمع نہ ہونے کی صورت میں ان احادیث کی کیا پوزیشن ہے؟ اور تیسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا پہلے سارے مسلمان گمراہی پر تھے اور عثمان نے

ان کو اس گمراہی سے نجات دی؟

یہ بات ہماری سمجھ سے بالاتر ہے کہ کیا قرآن مجید کو جلانے والا بھی مسند خلافت کا اہل ہوسکتا ہے؟ اور اس گناہ سے کوئی اور بڑا گناہ بھی ہے؟[1]

قول مترجم

صحیح بخاری، جلد۲، حدیث ۲۰۹۹ میں ہے: اَرُسَلَ اِلٰی کُلِّ اُفُقٍ بِمُصُحَفٍ مِمَّا نَسَخُوْا وَاَمَرَ بِمَا سِوَاهُ مِنَ الْقُرْآنِ فِیْ کُلِّ صَحِیْفَةٍ اَوْ مُصُحَفٍ اَنْ یُحْرَقَ. یعنی حضرت عثمان نے جمع شدہ قرآن کی نقلیں ملک کے اطراف میں بھیج دیں اور اس کے علاوہ جس قدر قرآن کسی صحیفہ یا مصحف میں تھا اس کے جلانے کا حکم دے دیا اور علامہ جلال الدین سیوطی نے تفسیر الاتقان میں حضرت عثمان کے قرآن جلانے کی پوری تفصیل بیان کی ہے اور ہم نے اپنی تفسیر انوارالنجف کی پہلی جلد یعنی مقدمہ تفسیر میں بھی اس درد بھری داستان کا تذکرہ کیا ہے۔

بادشاہ چونکہ ان مسائل سے خالی الذہن تھا اس کے دل و دماغ پر اس گفتگو کا گہرا اثر ہوا۔ اس نے دریائے حیرت میں ڈوب کر اپنے وزیر سے سوال کیا کہ کیا اہل سنت اس کو مانتے ہیں کہ قرآن مجید کو حضرت عثمان نے جمع کیا تھا؟

وزیر نے جواب دیا: حضور والا! مفسرین اور اہل تاریخ نے تو ایسا ہی ذکر کیا ہے۔[6]

۱۔ قول ناشر: مورخین نے ذکر کیا ہے کہ عثمان نے تمام مصاحف کو جمع کیا اور جمع کرنے کے بعد تمام مصاحف کو نذر آتش کرا دیا۔ اس کو صحیح بخاری باب فضائل قرآن میں ذکر کیا گیا ہے نیز سنن بیہقی میں ج۲، ص۴۱ پر، کنزالعمال میں ج۱، ص۲۸۱ پر، طحاوی فی مشکل الاثار میں ج۳، ص۴ پر بھی اس کا ذکر موجود ہے۔

شیعہ مناظر علوی نے کہا: جناب عالی! شیعوں کا عقیدہ یہ ہے کہ قرآن رسول اللہؐ کے زمانے میں جمع ہو چکا تھا جس طرح آپ دیکھ رہے ہیں، نہ اس میں ایک حرف کی زیادتی ہے نہ کمی [7] لیکن اہلسنت یہ کہتے ہیں کہ قرآن میں کمی و بیشی بھی ہے [8] اور تقدیم اور تاخیر بھی ہے اور اس کو رسول اللہؐ نے جمع نہیں کیا بلکہ جب حضرت عثمان نے کرسی اقتدار سنبھالی اور تخت حکومت پر بیٹھا تو اس نے یہ کارنامہ انجام دیا۔[9]

شیعہ تحریف قرآن کے قائل نہیں

شیخ صدوق نے عقائد میں تحریر فرمایا ہے: قرآن! جس کو اللہ نے نبیؐ پر نازل فرمایا وہ وہی ہے جو ان دو تختیوں کے درمیان ہے اور جو عام لوگوں کے ہاتھوں میں موجود ہے اس سے کچھ بھی زیادہ نہیں۔ آگے چل کر فرماتے ہیں جو لوگ ہماری طرف اس سے زیادہ نسبت دیتے ہیں وہ جھوٹے ہیں۔

علامہ طبرسی مجمع البیان میں فرماتے ہیں: قرآن مجید میں زیادتی کا قول باطل ہے اور جن لوگوں نے قرآن مجید میں تغیر و نقصان کا قول کیا ہے علمائے شیعہ کا صحیح مذہب اس کے خلاف ہے۔

مسئلہ خلافت

شیعہ مناظر کی تقریر ختم ہوتے ہی عباسی (سنی مناظر) کو موقع مل گیا۔ پس اس نے فوراً کہا: بادشاہ سلامت! دیکھئے یہ شخص حضرت عثمان کو خلیفہ نہیں کہہ رہا بلکہ امیر و حکمران کہہ رہا ہے۔

شیعہ مناظر نے جواب دیا: بے شک میرے نظریے کے ماتحت حضرت عثمان خلیفہ نہیں تھا (صرف بادشاہ تھا)۔

بادشاہ بولا: یہ کیسے؟

شیعہ مناظر نے جواب دیا: حضور والا! شیعوں کے نزدیک حضرت ابوبکر و حضرت عمر و حضرت عثمان تینوں کی خلافت باطل ہے۔

بادشاہ نے ازراہ تعجب پھر دریافت کیا کہ یہ کیوں؟

شیعہ مناظر نے جواب دیا: حضرت عثمان چھ آدمیوں کے شوریٰ سے حاکم بنے جن کو حضرت عمر نے نامزد کیا تھا اور پورے چھ آدمیوں نے بھی حضرت عثمان کو نہیں چنا تھا[1] بلکہ تین نے چنا تھا، بلکہ دو نے چنا تھا، کیونکہ تیسرے تو وہ خود تھے۔ پس حضرت عثمان کی خلافت کی صحت حضرت عمر کی خلافت پر موقوف ہے اور حضرت

عمر کا چناؤ نہیں ہوا تھا بلکہ حضرت ابوبکر نے اپنی وصیت میں ان کو نامزد کردیا تھا۔ پس حضرت عمر کی خلافت کا جواز حضرت ابوبکر کی خلافت پر موقف ہے اور حضرت ابوبکر کا انتخاب پوری امت کا انتخاب نہیں تھا بلکہ چند آدمیوں نے طاقت وتلوار کے زور سے اس کو حکومت سپرد کردی۔ پس حضرت ابوبکر کی خلافت کے جواز کی سند دھونس و دھاندلی ہے۔ چنانچہ اس کا انکشاف حضرت عمر کے ان الفاظ سے ہوتا ہے:
كَانَتْ بَيْعَةُ النَّاسِ لِاَبِي بَكْرٍ فَلْتَةً [1] مِنْ فَلْتَاتِ الْجَاهِلِيَّةِ وَقَى اللّٰهُ الْمُسْلِمِيْنَ شَرَّهَا فَمَنْ عَادَ اِلَيْهَا فَاقْتُلُوْهُ۔[1] یعنی لوگوں کا ابوبکر کی بیعت کرنا جاہلیت کے فتنوں (دھاندلیوں) میں سے ایک فتنہ (دھاندلی) تھی جس کے شر سے اللہ نے مسلمانوں کو بچالیا۔ اس کے بعد جو شخص ایسا اقدام کرے گا اس کو قتل کیا جائے گا۔

خود حضرت ابوبکر فرماتے تھے: اَقِيْلُوْنِيْ فَلَسْتُ بِخَيْرِكُمْ وَعَلِيٌّ فِيْكُمْ۔ مجھے اس منصب سے معافی دو، میں تم سے بہتر نہیں ہوں جبکہ علیؑ تم میں موجود ہے۔[2]

ان باتوں کو سن کر بادشاہ حضرت ابوبکر و عمر و عثمان کی خلافت کے جواز کے متعلق شش و پنج میں پڑ گیا کیونکہ وہ ایک سادہ لوح مسلمان تھا اور ان حقائق سے اس کے کان بالکل ناآشنا تھے۔ پس وہ حیرت و استعجاب کے گہرے سمندر میں ڈوب گیا۔

ا۔ حوالے کے لئے صواعق محرقہ ابن حجر مکی، ص۸ اور الملل والنحل (ناشر)
(قول مترجم۔ فتح الباری، شرح صحیح بخاری میں بھی ہے اور ہم نے مسئلہ کی پوری وضاحت امامت وملوکیت میں کی ہے۔ ملاحظہ ہو ص۴۸ تا ص۵۶۔

۲۔ اس حدیث کو عالم اہلسنت علامہ قوشجی نے شرح تجدید میں بیان کیا ہے۔

بادشاہ کی طرف سے جرح

چنانچہ بادشاہ نے تعجب آمیز لہجے میں پوچھا: وزیر صاحب! شیعہ مناظر نے حضرت ابوبکر وعمر کا جو کلام پیش کیا ہے کہاں تک درست ہے؟

وزیر نے جواب دیا: بالکل صحیح ہے مورخین نے ایسا ہی ذکر کیا ہے۔[۱۲]

بادشاہ نے کہا: پھر ہم لوگ ان تینوں کا احترام کس لئے کرتے ہیں؟

وزیر نے جواب دیا: اس لئے کہ ہمارے بزرگ ان کا احترام کرتے چلے آئے ہیں۔

شیعہ مناظر نے فوراً کہا: بادشاہ سلامت! اپنے وزیر صاحب سے دریافت کیجئے کیا حق کی اتباع کرنا ضروری ہے یا اپنے بزرگوں کی؟ اور کیا اندھی تقلید کرنے والے قرآن مجید کی اس آیت کی زد میں نہیں آتے: قَالُوْا اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰی اُمَّةٍ وَاِنَّا عَلٰی اٰثَارِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ ○ کافروں نے کہا تھا کہ ہم نے اپنے بزرگوں کو اس مسلک پر پایا تھا۔ پس ہم ان کی اقتداء کرنے والے ہیں۔ (یہ فقرہ کافروں نے حضرت رسول اکرمؐ کی دعوت اسلام کو ٹھکراتے ہوئے اپنے مسلک پر ڈٹے رہنے کے جواز پر دلیل کے طور پر پیش کیا تھا۔)

خلافت علیؑ

بادشاہ نے شیعہ مناظر کو مخاطب کر کے کہا کہ اگر یہ تینوں رسول اللہؐ کے جائز خلیفے نہیں تھے تو پھر رسول کریمؐ کا صحیح اور جائز خلیفہ کون تھا؟

شیعہ مناظر نے جواب دیا کہ رسول اللہؐ کا برحق خلیفہ حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام تھا۔

بادشاہ نے کہا: حضرت علیؑ کی خلافت پر دلیل پیش کیجئے۔

حدیث غدیر

علوی (شیعہ مناظر): دلیل یہ ہے کہ حضرت پیغمبر اکرمؐ نے ان کو اپنے بعد خلافت کے لئے نامزد فرمایا تھا۔[1] ویسے تو بہت سے مقامات پر حضور اکرمؐ نے حضرت علیؑ کی خلافت کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ (یہاں صرف ایک مقام کا ذکر کیا جاتا ہے) مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک مقام جسے غدیر خم[1] کہتے ہیں، آپ نے

۱۔ حضرت علیؑ کی خلافت کیلئے نامزدگی کا تذکرہ بہت سی کتابوں میں موجود ہے۔ چنانچہ ان میں سے بعض یہ ہیں۔ تاریخ طبری ابن جریر ج ۲ ص ۶۲، کنز العمال ج ۶ ص ۳۹۲، صحیح ترمذی، صحیح ابن ماجہ، مسند احمد بن حنبل، مستدرک تفسیر کبیر، صواعق محرقہ وغیرہا۔ اس طرح حضرت عمرؓ کی مبارکباد (بقیہ اگلے صفحہ پر)

مسلمانوں کے جم غفیر میں حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑا اور اسے بلند کر کے اعلان فرمایا: مَنْ كُنتُ مَوْلاَهُ فَهٰذَا عَلِيٌّ مَوْلاَهُ. جس جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ علیؑ مولا ہے۔ اس کے بعد دعا کی کہ اے اللہ اس کو دوست رکھ جو علیؑ کو دوست رکھے اور اسے اپنا دشمن قرار دے جو علیؑ سے دشمنی کرے۔ اس کی مدد کر جو علیؑ کی مدد کرے اور اس کو ذلیل کر جو علیؑ کو ذلیل کرے۔ پھر منبر سے نیچے اترے اور مسلمانوں کو حکم دیا جبکہ ان کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار کے لگ بھگ تھی کہ حضرت علیؑ کو یا امیرالمومنین کہہ کر سلام کرو۔ چنانچہ مسلمان ایک ایک کر کے آئے اور حضرت علیؑ کو مخاطب کر کے کہتے تھے "اَلسَّلاَمُ عَلَيْكَ يَا اَمِيْرَالْمُؤْمِنِيْنَ" چنانچہ حضرت ابوبکر و حضرت عمر نے بھی اسی انداز سے حضرت علیؑ کو سلام کیا اور حضرت عمر نے ان الفاظ سے حضرت علیؑ کو مخاطب کیا: بَخٍ بَخٍ لَكَ يَا ابْنَ اَبِيْطَالِبٍ اَصْبَحْتَ مَوْلاَىَ وَمَوْلٰى كُلِّ مُؤْمِنٍ وَ مُؤْمِنَةٍ. مبارک مبارک اے ابوطالب کے فرزند! آپ میرے اور ہر مومن مرد و مومن عورت کے مولا ہیں۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ رسول اللہؐ کے شرعی خلیفہ صرف علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہیں۔

بادشاہ نے وزیر سے دریافت کیا کہ کیا شیعہ مناظر علوی ٹھیک کہہ رہا ہے؟

وزیر نے جواب دیا کہ مفسرین و مورخین نے ایسا ہی ذکر کیا ہے۔[14]

بادشاہ کی تسلی ہوگئی تو اس نے حکم دے دیا کہ اس موضوع سے آگے بڑھیئے اور کسی دوسرے مسئلے کو موضوع بحث قرار دیجئے۔

(گزشتہ سے پیوستہ) کے الفاظ بھی درج ذیل کتابوں میں ملاحظہ فرمائیں۔ مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۲۸۱، تفسیر کبیر آیت بَلِّغْ مَا کی تفسیر ذیل میں تاریخ بغداد للخطیب البغدادی ج ۸ ص ۲۹۰، صواعق محرقہ ابن حجر مکی ص ۱۰۷۔ (ناشر)

مسئلہ تحریف قرآن

عباسی (سنی مناظر) فوراً بول اٹھا: شیعہ تحریف قرآن کے قائل ہیں۔

شیعہ مناظر نے جواب دیا: تم اہلسنت تحریف قرآن کے قائل ہو۔

سنی مناظر نے کہا: یہ سفید جھوٹ ہے۔

شیعہ مناظر نے کہا: کیا تمہاری کتابوں میں یہ روایت نہیں کہ غرانیق کے موضوع پر آیتیں اتریں، پھر منسوخ ہوگئیں اور قرآن سے حذف کردی گئیں۔

بادشاہ نے وزیر سے پوچھا: کیا شیعہ مناظر کا دعویٰ درست ہے؟

وزیر نے کہا: مفسرین نے ایسا ہی ذکر کیا ہے۔[15]

بادشاہ نے کہا: پھر تحریف شدہ قرآن پر کیسے اعتماد کیا جائے؟

شیعہ مناظر نے کہا: ہمارے شیعوں کا یہ مسلک نہیں ہے بلکہ یہ اہلسنت کا قول ہے۔ لہذا ہم شیعوں کے نزدیک یہی قرآن قابل اعتماد ہے۔ البتہ اہلسنت کے نزدیک ایسا نہیں ہے۔

سنی مناظر نے کہا: تم شیعوں کی کتابوں میں بھی اس قسم کی روایات ملتی ہیں اور تمہارے بعض علماء بھی اس کے قائل ہیں۔

شیعہ مناظر نے جواب دیا: اولاً تو اس قسم کی روایات بہت کم ہیں اور ثانیاً جو روایتیں ہیں وہ موضوع اور جھوٹی ہیں۔ شیعوں کو بدنام کرنے کے لئے گھڑی گئی ہیں اور ثالثاً ان کے راوی اور اسناد غیر صحیح ہیں۔ ہمارے بعض علماء سے جو اس بارے میں منقول ہے وہ نا قابل اعتماد ہے کیونکہ ہمارے علماء عظام جن پر ہمیں اعتماد ہے وہ تحریف کے قائل نہیں[1] اور وہ اس قسم کی باتیں نہیں جس طرح تم کرتے ہو کہ اللہ نے بتوں کی تعریف میں آیات نازل کیں: تِلْکَ الْغَرَانِیقُ الْعَلٰی ○ مِنْهَا الشَّفَاعَةُ تُرْتَجٰی○

بادشاہ نے حکم دے دیا کہ اب اس مسئلہ پر مزید گفت وشنید کی ضرورت نہیں رہی لہذا اسے چھوڑیئے کسی اور موضوع پر بات کیجئے۔

۱۔ شیعہ عقیدہ کی رو سے حضرت علیؑ پہلے جامع قرآن ہیں۔ جنہوں نے عہد پیغمبرؐ میں قرآن جمع کیا تھا اور بقول صحابہ علیؑ پہلے حافظ قرآن ہیں۔ چنانچہ ہم نے اپنی تفسیر انوارالنجف کے مقدمہ میں ''جمع قرآن میں اختلاف'' کے عنوان سے اس کو مفصل بیان کیا ہے ص۱۳۰۔ نیز مقدمہ تفسیر کے ص۱۱۳ پر ثابت کیا ہے کہ علمائے شیعہ کے نزدیک قرآن میں قطعاً تحریف نہیں ہے۔

مسئلہ توحید

شیعہ مناظر نے فوراً بات کا آغاز کیا اور کہا کہ سنی لوگ اللہ کی طرف ایسی چیزیں منسوب کرتے ہیں جو توحید پروردگار کے شایان شان نہیں ہیں۔

سنی مناظر نے کہا: اس کا کیا ثبوت ہے؟

شیعہ مناظر نے کہا: وہ اللہ کا جسم مانتے ہیں۔[16]

اور یہ کہ اللہ انسانوں کی طرح روتا اور ہنستا ہے۔

اور ہاتھ پاؤں، آنکھ اور شرمگاہ رکھتا ہے۔

اور یہ کہ وہ قیامت کے دن اپنا پاؤں جہنم میں داخل کرے گا۔[17]

اور یہ کہ وہ اوپر کے طبقات سماویہ سے سما دنیا کی طرف نزول کرتا ہے۔

اور یہ کہ وہ گدھے پر سوار ہو کر آتا ہے۔

عباسی (سنی مناظر) نے کہا: اس عقیدہ میں کیا حرج ہے؟

خدا فرماتا ہے: "وَجَاءَ رَبُّکَ" اس آیت سے اللہ کا آنا جانا (حرکت کرنا) ثابت ہے۔

يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ. اس سے خدا کی پنڈلی ثابت ہے۔[18]

يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ. اس سے خدا کا ہاتھ ثابت ہے۔

حدیث میں وارد ہے کہ خدا اپنا قدم دوزخ میں ڈالے گا۔[19]

ابوہریرہ کی روایات

علوی (شیعہ مناظر) نے جواب دیا کہ خدا کے دوزخ میں قدم ڈالنے والی حدیث بالکل باطل ہے بلکہ سفید جھوٹ ہے اور افترا ہے کیونکہ ابوہریرہ اور اس قسم کے لوگوں نے رسول اللہؐ کی طرف جھوٹی باتیں منسوب کی ہیں حتیٰ کہ حضرت عمر نے نقل حدیث کے معاملے میں ابوہریرہ پر پابندی لگادی تھی اور اسے زجروتوبیخ کی تھی۔

قول مترجم

جب لوگوں نے ابوہریرہ سے سوال کیا کہ تم حضرت عمر کے زمانے میں تو اس قدر زیادہ حدیثیں بیان نہ کرتے تھے تو ابوہریرہ نے جواب دیا کہ اگر عمر کے زمانے میں اس طرح بیان کرتا تو وہ اپنے کوڑے سے مجھے مارتے۔ (تاریخ فقہ اسلام، واغل نصاب فاضل عربی ص ۱۳۹)

بادشاہ نے وزیر سے دریافت کیا کہ حضرت عمر نے ابوہریرہ پر نقل حدیث کے سلسلے کی پابندی عائد کی تھی۔

وزیر نے جواب دیا: اہل تاریخ نے ایسا ہی نقل کیا ہے۔[20]

بادشاہ نے کہا: پھر ہم ابوہریرہ کی حدیثوں پر کیسے اعتماد کر سکتے ہیں؟

وزیر نے کہا: چونکہ علماء نے ابوہریرہ کی حدیثوں پر اعتماد کیا ہے۔ لہٰذا ہمیں بھی ان پر اعتماد کرنا پڑتا ہے۔

بادشاہ نے کہا: اس کا مقصد یہ ہے کہ بعد والے علماء حضرت عمر سے زیادہ عالم [۲۱] ہیں کیونکہ حضرت عمر نے تو ابوہریرہ پر نقل احادیث میں پابندی اس لئے عائد کی تھی کہ وہ رسول اللہؐ کی طرف جھوٹی باتیں منسوب کرتا تھا تو گویا علماء اس کی جھوٹی احادیث کو قبول کرتے ہیں؟

عباسی (سنی مناظر) نے دبے لفظوں میں ابوہریرہ کی کذب بیانی کو تسلیم کرلیا اور کہنے لگا: اے علوی! توحید کے منافی اس قسم کی احادیث چلو غلط سہی لیکن آیات قرآنیہ کا کیا بنے گا؟

شیعہ مناظر نے جواب دیا: قرآن مجید میں کچھ آیات محکمات ہیں جو ام الکتاب ہیں اور کچھ متشابہات ہیں اور قرآن میں ظاہر بھی ہے اور باطن بھی۔ پس جو آیات محکمات ہیں اور ان کا ظاہر بھی ہے تو اس کے ظاہر پر عمل کیا جائے گا اور جو آیات متشابہات ہیں تو ان کو بلاغت کے اصول کے ماتحت مجاز یا کنایہ یا فرض و تقدیر پر ڈھال دیا جائے گا لیکن اگر آپ ایسا نہ کریں گے تو ان کا معنی نہ عقلاً درست ہوگا اور نہ شرعاً صحیح ہوگا۔ مثال کے طور پر قرآن مجید کے قول "جَآءَ رَبُّکَ" کو اگر آپ ظاہری معنی پر محمول کریں گے تو وہ عقل و شرع دونوں کے منافی ہوگا کیونکہ عقل و شریعت دونوں کا فیصلہ ہے کہ خدا ہر جگہ موجود ہے اور اس سے کوئی جگہ خالی نہیں ہے نیز آیت کے ظاہر سے اللہ کی جسمیت ثابت ہوتی ہے اور جسم کے لئے

حیز اور مکان ضروری ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہوگا کہ اگر اللہ آسمان میں ہے تو زمین اس سے خالی ماننی پڑے گی اور اگر وہ زمین میں ہے تو آسمان کو اس سے خالی ماننا پڑے گا اور یہ بات نہ عقلاً صحیح ہے اور نہ شرعاً درست ہے۔

سنی مناظر اس صحیح منطقی بحث سے چکر میں آ گیا اور اس سے اس کا جواب نہ بن پڑا تو کہنے لگا کہ میں اس منطقی نتیجے کو قبول نہیں کرتا بلکہ ہمیں قرآن کے ظاہر پر ہی عمل کرنا پڑے گا۔

شیعہ مناظر نے کہا کہ پھر آیات متشابہات کا کیا علاج ہوگا؟ اور ثانیاً قرآن کے ہر ظاہر پر عمل کرنا آپ کے لئے ممکن بھی نہیں ہے۔ ورنہ آپ کو پہلو میں بیٹھے ہوئے آپ کے دوست شیخ احمد عثمان کو یقیناً جہنمی کہنا ہوگا۔ (اتفاق سے شیخ احمد عثمان نابینا تھے اور اہلسنت کے اکابر علماء میں سے تھے۔)

عباسی (سنی مناظر) نے پوچھا: یہ کیسے؟ یعنی شیخ احمد عثمان کو کیسے جہنمی ماننا پڑے گا؟

علوی شیعہ مناظر نے جواب دیا: قرآن مجید کا ارشاد ہے: وَمَنْ كَانَ فِي هٰذِهِ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلاً ○ [۲۲] یعنی جو شخص اس دنیا میں اندھا ہوگا وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا اور اس کا انجام برا ہوگا۔

اگر قرآن کے ظاہر پر عمل کروگے تو چونکہ شیخ احمد دنیا میں نابینا ہے لہذا یہ ماننا پڑے گا کہ یہ آخرت میں بھی نابینا ہوگا۔ پھر شیعہ مناظر نے شیخ احمد کی طرف کلام کا رخ پھیرتے ہوئے اس سے پوچھا کہ شیخ احمد کیا آپ اس پر راضی ہیں؟

شیخ نے فوراً جواب دیا: یہ مراد ہرگز نہیں بلکہ یہاں اندھے سے مراد راہ حق سے انحراف کرنے والے لوگ ہیں۔

شیعہ مناظر نے کہا: پس آپ کو ماننا پڑے گا اور ثابت ہوگیا کہ قرآن کے ہر ظاہر پر عمل نہیں کیا جاسکتا۔ اس موضوع پر بحث نے کافی طول پکڑ لیا اور علوی (شیعہ مناظر) نے عباسی کا دلائل و براہین کے ذریعے سے ناطقہ بند کردیا۔

آخرکار بادشاہ بحث میں فریقین کی باتیں سن کر نتیجے تک پہنچ گیا اور حکم دیا کہ اس موضوع پر بحث کو ختم کیا جائے اور کسی دوسرے موضوع کو زیر بحث لایا جائے۔

مسئلہ جبر

علوی (شیعہ مناظر) نے پہل کرتے ہوئے فوراً کہا کہ تم اہلسنت کے باطل اور غلط عقائد میں سے ایک عقیدہ یہ بھی ہے کہ تم کہتے ہو کہ اللہ کی طرف سے بندے گناہ اور فعل حرام کرنے پر مجبور ہیں اور باوجود اس کے پھر وہ گنہگاروں کو سزا دے گا؟ وَ الْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَ شَرِّهٖ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى.

عباسی (سنی مناظر) نے جواب دیا: یہ عقیدہ بالکل صحیح ہے کیونکہ قرآن مجید میں اس کے شواہد موجود ہیں۔ اللہ فرماتا ہے: "وَ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰه" [۲۳] جس کو اللہ گمراہ کرے۔ نیز فرماتا ہے: "يَطْبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ" [۲۴] اللہ نے ان کے دلوں پر مہریں لگا دیں۔

شیعہ مناظر نے کہا: قرآنی آیات کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید میں مجازات اور کنایات کا استعمال کافی ہے لہذا ایسے مواقع پر جہاں ظاہر قرآن کا معنی اختیار کرنے میں اللہ کے عدل و انصاف کی نفی لازم آئے معنی مجازی مراد لینا ضروری ہے۔ اللہ کے گمراہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ اللہ نیکیوں پر مجبور نہیں کرتا بلکہ کھلی رسی دے دیتا ہے جس کی وجہ سے انسان کو نفس امارہ کی خواہشات فاسدہ کی

بجا آوری کی شوق راہ حق سے بھٹکا دیتی ہے۔ پس وہ گمراہی کی گھناؤنی تاریکی میں کود جاتا ہے اور ہمارے عام استعمالات اور روزمرہ کے محاورات میں اس کی مثال یوں سمجھئے جس طرح حکومت وقت کی نرم پالیسی اور چشم پوشی کی بدولت جب رعایا میں فسادات رونما ہونے لگیں تو کہا جاتا ہے کہ لوگوں کو حکومت نے ہی غلط راستے پر لگا دیا ہے۔ مقصد یہ ہوتا ہے کہ چونکہ حکومت نے فاسد عناصر کی سرکوبی نہیں کی اور ان کے بارے میں سہل انگاری سے کام لیا ہے تو گویا حکومت نے ہی ان کو غلط راستے پر لگایا ہے۔

دوسرا جواب: خداوند کریمؑ نے دوسرے مقامات پر صریح الفاظ میں اپنی گمراہی کی نسبت کی تردید فرمائی ہے: ارشاد ہوتا ہے: اِنَّ اللّٰہَ لَا یَأْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ. یعنی اللہ غلط کاموں کا حکم نہیں دیا کرتا۔

دوسرے مقام پر فرماتا ہے: اِنَّا ھَدَیْنَاہُ السَّبِیْلَ اِمَّا شَاکِرًا وَّ اِمَّا کَفُوْرًا ○ [۲۵] تحقیق ہم نے انسانوں کو سیدھے راستے کی ہدایت کر دی ہے خواہ وہ شکر گزار بنیں یا کفر اختیار کریں۔

ایک جگہ فرماتا ہے: اِنَّا ھَدَیْنَاہُ النَّجْدَیْنِ..... ہم نے انسان کو خیر و شر کے دونوں راستے دکھا دیئے ہیں۔

تیسرا جواب: یہ عقلاً ناممکن ہے کہ خدا بندوں کو گناہ کا حکم دے اور پھر ان کو سزا بھی دے۔ جب ایسی فحش غلطی عام انسان بھی نہیں کرتے تو اللہ کیسے کر سکتا ہے؟

بادشاہ کا تاثر اور وزیر سے سوال وجواب

بادشاہ نے فوراً کہنا شروع کر دیا: ہرگز ہرگز نہیں۔ یہ بالکل ناممکن ہے کہ اللہ خود انسان کو گناہوں پر مجبور بھی کرے اور پھر ان ہی گناہوں کی ان کو سزا بھی دے۔ یہ تو صریح ظلم ہے اور اللہ ظلم سے پاک ومنزہ ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ عباسی (سنی مناظر) کی غلط فہمی ہے۔ اہلسنت کا یہ عقیدہ نہیں ہوگا۔

پھر وزیر کی طرف متوجہ ہوا اور کہا: آپ بتائیں کیا سچ مچ سنی لوگوں کا یہی عقیدہ ہوگا؟

وزیر نے جواب دیا: اہلسنت کے درمیان مشہور تو ایسا ہی ہے۔

بادشاہ نے کہا: یہ تو خلاف عقل ہے۔

وزیر نے کہا: وہ اس کی تاویل کرتے ہیں اور دلیل پیش کرتے ہیں۔

بادشاہ نے کہا: جو تاویل بھی کی جائے اور جو دلیل بھی پیش کی جائے اس عقیدہ کو عقل ہرگز تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ لہذا شیعہ مناظر کی بات بالکل صحیح اور قرین عقل ہے کہ اللہ کسی بندے کو کفر یا نافرمانی پر مجبور نہیں کرتا۔

کیا پیغمبر اکرمؐ کو اپنی نبوت میں شک تھا؟

علوی (شیعہ مناظر) نے سوال اٹھایا کہ اہلسنت کے نزدیک نبی کریمؐ کو اپنی نبوت میں شک تھا۔

عباسی (سنی مناظر) نے جواب دیا: یہ سفید جھوٹ ہے۔

علوی (شیعہ مناظر) نے اپنی تقریر میں کہا:

کیا تمہاری کتابوں میں یہ روایت نہیں ہے کہ حضرت پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: جب میرے پاس جبرئیلؑ کی آمد میں تاخیر ہو جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ وہ اب ابن خطاب پر نازل ہوا ہوگا حالانکہ کافی آیات کی اس امر پر دلالت موجود ہے کہ آنحضرتؐ سے اپنی نبوت کا میثاق لیا گیا تھا۔

بادشاہ نے وزیر سے دریافت کیا کہ شیعہ مناظر کے اعتراض کی حقیقت کیا ہے؟

وزیر نے جواب دیا: حدیث مذکور تو اہلسنت کی کتابوں میں موجود[1] ہے۔ [26]

بادشاہ نے فیصلہ صادر فرما دیا کہ ایسا عقیدہ رکھنا یقیناً کفر ہے۔

۱۔ شرح نہج البلاغہ (ابن ابی الحدید معتزلی)

حضرت عائشہ کو تماشہ دکھانا

علوی (شیعہ مناظر) نے ایک دوسرا سوال اٹھایا کہ اہلسنت کی کتابوں میں یہ بات بھی ہے کہ حضور اکرمؐ بنفس نفیس حضرت عائشہ کو کندھوں پر اٹھا کر طبلہ و سارنگی بجانے والوں کی محفل میں تماشا دکھانے کے لئے لے جایا کرتے تھے۔[1] کیا یہ بات حضرت رسول کریمؐ کے شایان شان ہے؟

عباسی (سنی مناظر) نے جواب دیا: اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

علوی (شیعہ مناظر) نے کہا: کیا آپ ایسا کام کریں گے حالانکہ آپ ایک عام انسان ہیں؟ کیا آپ اپنی زوجہ کو اپنے کندھوں پر سوار کر کے طبلہ و سارنگی کی محفل میں لے جائیں گے؟

بادشاہ فوراً بول اٹھا کہ جس شخص میں تھوڑی سی حیا بھی ہو وہ ایسا کام ہرگز نہیں کرے گا تو حضرت رسول کریمؐ جو غیرت و حیا و ایمان کا مجسمہ تھے، وہ یہ کام کیسے کر سکتے تھے۔ پھر وزیر سے سوال کیا کہ کیا یہ بات کتابوں میں موجود ہے؟

وزیر نے جواب دیا: ہاں کتابوں[1] میں یہ بات ملتی ہے۔

۱۔ حضرت عائشہ کو حبشیوں کا ناچ و تماشہ دکھانا بخاری شریف میں رسول اللہؐ کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ بخاری جلد ۱، حدیث ۴۳۸، ۹۰۰، ۹۰۲، ۹۲۶۔ (مترجم)

بادشاہ نے کہا: ہم ایسے نبی پر ایمان کیوں لائیں جس کو اپنی نبوت پر شک ہو۔
وزیر نے کہا: اس قسم کی روایات کی تاویل کی جائے گی۔
علوی (شیعہ مناظر) نے کہا: اس روایت کی تاویل بھی نہیں ہوسکتی۔

شیعہ مناظر کا بادشاہ سے خطاب

علوی نے بادشاہ کو مخاطب کر کے کہا: بادشاہ سلامت! آپ نے سن لیا کہ یہ لوگ اس قسم کی بیہودہ باتوں اور غلط و مضحکہ خیز امور کو مانتے ہیں۔

عباسی نے کہا کون سی غلط اور مضحکہ خیز باتیں؟

علوی نے جواب دیا: وہ مضحکہ خیز باتیں یہ ہیں جن کے تم قائل ہو۔

۱۔ انسانوں کی طرح اللہ کے ہاتھ و پاؤں ہیں اور وہ حرکت و سکون سے متصف ہوتا ہے۔

۲۔ قرآن میں تحریف ہے یعنی کمی وبیشی ہے۔

۳۔ رسول اللہؐ ایسے کام کرلیا کرتے تھے جو عام گرے ہوئے انسان بھی نہیں کرتے جیسا کہ حضرت عائشہ کو حبشیوں کا کھیل تماشہ دکھانا۔

۴۔ رسول اللہؐ کو اپنی نبوت میں شک تھا۔[۲۸]

۵۔ حضرت علیؑ سے پہلے جو لوگ کرسی اقتدار پر مسلط ہوئے وہ صرف تلوار اور زور بازو کے ذریعے سے اس مقام پر پہنچے حالانکہ ان کے لئے کوئی شرعی جواز نہ تھا۔[۲۹]

۶۔ ان کی کتابوں میں ابوہریرہ جیسے کذابوں اور فریب کاروں کی احادیث کثرت سے موجود ہیں۔

بادشاہ نے کہا: ان باتوں کو چھوڑیئے اب کسی دوسرے موضوع پر بات کیجئے۔

کیا رسول اللہؐ بداخلاق تھے؟

پھر علوی (شیعہ مناظر) نے کہا کہ سنی لوگ رسول اللہؐ کی طرف ایسی چیزیں منسوب کرتے ہیں جو عام شریف انسان بھی نہیں کر سکتے۔ [۳۰]

عباسی (سنی مناظر) نے کہا: مثال دیجیے۔

علوی (شیعہ مناظر) نے کہا: مثلاً "عَبَسَ وَتَوَلّٰی" یعنی ایک نابینا جب داخل دربار نبوت ہوا تو آپ اس کے ساتھ ترشروئی سے پیش آئے اور روگردانی کرلی۔ سنی لوگ ان فعلوں کا فاعل رسول اللہؐ کو بتاتے ہیں۔ [۳۱]

عباسی (سنی مناظر) نے کہا: اس میں حرج کیا ہے؟

علوی (شیعہ مناظر) نے جواب دیا: قرآن مجید کی دوسری آیتیں اس کی تردید کرتی ہیں مثلاً اللہ فرماتا ہے: "اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ" [۳۲] اور دوسری جگہ فرماتا ہے: "وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ" تو جس کو اللہ خلق عظیم اور رحمت کی صفات سے یاد کرے وہ ایک نابینا مومن کے ساتھ اس قسم کا غیر انسانی سلوک کیسے کر سکتے ہیں؟

بادشاہ نے فوراً کہہ دیا کہ یقیناً اس قسم کا غیر انسانی عمل نبی رحمت سے

صدور پذیر ہونا عقل کے لئے قابل قبول نہیں ہے۔

پھر شیعہ مناظر کو مخاطب کر کے کہا: علوی صاحب! آپ خود بیان فرمائیں کہ اس آیت کا مصداق کون ہے؟

علوی نے جواب دیا کہ وہ احادیث صحیحہ جو خانوادۂ رسالت سے منقول ہیں جن کے گھر میں قرآن اترا ہے، ان میں صاف واضح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ یہ آیت عثمان بن عفان کے بارے میں اتری جبکہ وہ پیغمبر اکرمؐ کی بارگاہ میں موجود تھا اور نابینا صحابی ابن ام مکتوم داخل ہوا تو عثمان نے ترشروئی کا اظہار بھی کیا اور اس کی طرف پیٹھ کر کے بیٹھ گیا۔

جب بات یہاں تک پہنچی تو سید جمال الدین (جو علمائے امامیہ میں سے تھے اور مجلس میں حاضر تھے) بولے:

میرے اپنے ساتھ ایک دفعہ اسی قسم کا واقعہ پیش آیا کہ ایک نصرانی عالم نے مجھ سے کہا کہ ہمارا نبی عیسیٰؑ تمہارے نبی سے افضل ہے کیونکہ تمہاری تفاسیر کی روشنی میں تمہارا نبی اندھے لوگوں سے بدسلوکی سے پیش آتا تھا اور ان سے روگردانی کرلیا کرتا تھا جبکہ ہمارا نبی خوش اخلاق تھا حتیٰ کہ کوڑھ اور برص والے لوگ بھی ان کی خدمت میں آتے تو واپس شفایاب ہو کر پلٹتے تھے۔

تو میں نے اس کو یہی جواب دیا تھا کہ شیعہ عقیدہ کی رو سے ہمارے رسولؐ کا دامن بداخلاقی کے دھبوں سے پاک وستھرا ہے اور یہ آیت عثمان بن عفان کے بارے میں ہے نہ کہ رسول اللہؐ کے حق میں اتری ہے اور ہمارا رسولؐ نہایت خوش اخلاق، صفات جمیلہ اور خصال حمیدہ کا مالک تھا۔ چنانچہ ان کے حق میں خلق عظیم

اور رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْن کی لفظیں قرآن مجید میں وارد ہیں۔

فوراً اس نصرانی عالم نے کہا: میں نے جو کچھ کہا ہے وہ میں نے بغداد کی مسجد کے خطیب سے سنا تھا۔

علوی (شیعہ مناظر) نے کہا: بعض ضمیر فروش اور بدکردار راویوں نے صرف عثمان بن عفان کو بچانے کے لئے یہ قصہ رسول اللہؐ کی طرف منسوب کردیا کیونکہ خدا و رسول کی طرف انہوں نے جھوٹ منسوب کر کے اپنے خلفاء و حکام کو پاک ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

بادشاہ نے کہا: اس موضوع کو چھوڑو اور کوئی دوسرا موضوع اختیار کرو۔

ایمان ثلاثہ

عباسی (سنی مناظر) نے فوراً بحث کا ایک نیا دروازہ کھولتے ہوئے کہا کہ شیعہ لوگ خلفائے ثلاثہ کے ایمان کے منکر ہیں حالانکہ وہ ایمان دار نہ ہوتے تو رسول اللہؐ ان سے رشتہ نہ کرتے۔

علوی (شیعہ مناظر) نے جواب دیا: بے شک شیعوں کا عقیدہ یہ ہے کہ یہ لوگ (ثلاثہ) دل و جان سے مومن نہیں تھے۔ البتہ ظاہراً زبانی طور پر وہ اسلام کا اظہار کرتے تھے اور حضرت رسالت مآبؐ کا یہ دستور تھا کہ جو لوگ کلمۂ شہادتین زبان پر جاری کرلیا کرتے تھے وہ ان کا اسلام قبول کر لیتے تھے، خواہ کلمہ پڑھنے والے منافق ہی کیوں نہ ہوں۔ پس ایسے لوگوں کے ساتھ آپ مسلمانوں کا سا برتاؤ کرتے تھے۔ اسی بنا پر آپ نے ان سے رشتے بھی قبول کر لئے۔

ایمان حضرت ابوبکر

عباسی (سنی مناظر) نے کہا کہ حضرت ابوبکر کے مومن نہ ہونے پر آپ کے پاس کیا دلیل ہے؟[۳۳]

علوی (شیعہ مناظر) نے جواب دیا: اس باب میں قطعی دلیلیں کافی ہیں اور ان دلیلوں میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے حضرت رسالت مآبؐ کے ساتھ کئی مقامات پر خیانت کی۔

چنانچہ حضرت ابوبکر کا لشکر اسامہ سے تخلف کرنا اور رسول اللہؐ کی نافرمانی کرنا ان ہی میں سے ایک ہے اور قرآن مجید نے ایسے شخص کے ایمان کی کھلے لفظوں میں نفی کی ہے جو رسولؐ کی نافرمانی کرے۔

ارشاد خداوندی ہے: فَلَا وَرَبِّكَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَكِّمُوْكَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَ یُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ○[۳۴]

تیرے رب کی قسم یہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے جب تک آپ کو اپنے باہمی معاملات میں حکم نہ تسلیم کریں اور پھر آپ کے فیصلے سے اپنے دلوں میں کڑھن اور گھٹن بھی محسوس نہ کریں اور آپ کے حکم کے سامنے اس طرح جھکیں جس طرح جھک جانے کا حق ہے۔

پس حضرت ابوبکر نے رسول اللہؐ کے حکم سے سرتابی کی اور قرآن میں ان کے حکم کی نافرمانی کرنے والوں کے ایمان کو چیلنج کیا گیا ہے۔

اور اس کے ساتھ ساتھ اس امر کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ حضور اکرمؐ نے اسامہ کے لشکر سے تخلف کرنے والوں پر لعنت بھی کی ہے اور ہم پہلے بھی کہہ چکے ہیں کہ ابوبکر نے اسامہ کے لشکر سے تخلف کیا تھا تو کیا رسول اللہؐ کسی مومن پر بھی لعنت کیا کرتے تھے؟[1] ہرگز نہیں۔

بادشاہ نے فوراً فیصلہ صادر کردیا کہ علوی کی بات درست ہے۔ ایسی صورت میں وہ ہرگز مومن نہیں ہوسکتے۔

وزیر نے کہا: حضور والا! اہلسنت حضرات اسامہ کے لشکر سے ابوبکر کے تخلف کی تاویلیں کرتے ہیں۔

بادشاہ نے کہا: تاویل کرنے سے کسی کی غلطی ختم نہیں ہو جاتی اور اگر ہم تاویل کا دروازہ کھول دیں تو ہر مجرم اپنے کردہ جرم کی تاویل کرسکتا ہے۔ مثلاً چور کہہ سکتا ہے کہ میں نے فقر و فاقہ سے تنگ آ کر چوری کی ہے۔ شرابی کہہ سکتا ہے کہ کثرت تفکرات سے تنگ آ کر میں نے شراب پی لی ہے۔ اسی طرح زانی بھی کوئی بہانہ بنا سکتا ہے۔ پس اس قسم کی تاویلات کا دروازہ کھل جائے تو تمدنی نظام مختل ہو کر رہ جائے گا اور لوگ گناہ کرنے پر جری ہو جائیں گے۔ نہیں نہیں! اس قسم کی تاویلوں میں کوئی فائدہ نہیں۔

۱۔ اہلسنت کے چھٹی صدی ہجری کے مشہور علامہ محمد بن عبدالکریم شہرستانی نے اپنی کتاب الملل والنحل کے صفحہ ۱۲ پر تحریر فرمایا ہے: جَهِّزُوا جَيْشَ اُسَامَةَ لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا. یعنی اسامہ کے لشکر کو روانہ کرو، اللہ اس شخص پر لعنت کرے جو اسامہ کے لشکر سے تخلف کرے۔

ایمان حضرت عمر

بادشاہ کا فیصلہ سن کر عباسی کا چہرہ تحیر کی وجہ سے لال پیلا ہونے لگا وہ گہری سوچ میں پڑ گیا کہ کیا جواب دے؟ آخر جھجکتے ہوئے تھرائی ہوئی زبان سے بولا کہ پھر حضرت عمر کے مومن نہ ہونے کی دلیل کیا ہے؟

علوی (شیعہ مناظر) نے جواب دیا: دلیلیں بہت کچھ ہیں اور ان میں سے ایک تو یہ ہے کہ انہوں نے اپنے مومن نہ ہونے کا خود اعتراف کیا ہے۔

عباسی (سنی مناظر) نے کہا: کب اور کہاں؟

علوی (شیعہ مناظر) نے جواب دیا: مَاشَکَکْتُ فِی نَبُوَّۃِ مُحَمَّدٍ مِثْلَ شَکِّی یَوْمَ الْحُدَیْبِیَۃ.[۱] [۳۵] یعنی جس طرح حضرت محمدؐ کی نبوت میں حدیبیہ کے دن مجھے شک ہوا، اس قسم کا شک پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔

حضرت عمر کا یہ کلام صاف بتاتا ہے کہ ان کو آپ کی نبوت میں ہمیشہ شک

۱۔ جب حضرت پیغمبرؐ نے حدیبیہ کے مقام پر شرائط کے ساتھ مشرکین مکہ کے ساتھ صلح کر لی تھی تو حضرت عمر چونکہ اس صلح کے خلاف تھے لہذا انہوں نے یہ الفاظ کہے تھے کہ محمدؐ کی نبوت میں پہلے اس قسم کا شک مجھے کبھی لاحق نہیں ہوا جیسا کہ آج ہوا۔ (روضۃ الاخبار، ج۱، ص۲۴۰) مترجم

تو رہتا تھا۔ البتہ حدیبیہ کے دن والا شک بہت قوی تھا۔ پس میں عباسی (سنی مناظر) سے خدا کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں کہ حضرت محمدؐ کی نبوت میں شک کرنے والے کو مومن کہا جاسکتا ہے؟

عباسی (سنی مناظر) نے مکمل خاموشی سادھ لی اور شرم کے مارے سر جھکالیا۔

بادشاہ نے وزیر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: کیا شیعہ مناظر علوی صحیح کہہ رہا ہے کہ عمر نے ایسا کہا تھا؟

وزیر نے جواب دیا: راویان حدیث نے تو ایسا ہی لکھا ہے۔ [۳۶]

بادشاہ نے کہا: عجیب بات ہے۔ میں تو حضرت عمر کو اسلام کی طرف سبقت کرنے والوں میں سے سمجھتا تھا اور میں تو اس کے ایمان کو مثالی ایمان سمجھتا تھا لیکن اب پتا چلا ہے کہ اس کے ایمان کی بنیاد کھوکھلی ہے اور اس کے اصل ایمان میں شک و شبہ ہے۔ [۳۷]

عباسی (سنی مناظر) نے کہا: بادشاہ سلامت! آپ اپنے عقیدہ کو نہ چھوڑیں اور اس کذاب (شیعہ مناظر) کے دھوکے میں نہ آئیں۔

لیکن بادشاہ نے بحالت غصہ عباسی سے اپنا منہ پھیر لیا اور کہنے لگا کہ وزیر مملکت نظام الملک بھی کہتا ہے کہ علوی سچ کہہ رہا ہے اور عمر کا قول کتابوں میں مذکور بھی ہے اور باوجود اس کے عباسی اس بات پر مصر ہے کہ شیعہ مناظر جھوٹا ہے۔ یہ عناد و تعصب نہیں تو اور کیا ہے؟

جب بات یہاں تک پہنچی تو پورے مجمع پر سکوت طاری ہوگیا اور بادشاہ کی حالت یہ تھی کہ غصہ سے اس کے جسم پر لرزہ طاری تھا۔ عباسی اور دیگر علمائے اہلسنت

سر جھکائے بیٹھے تھے اور وزیر بھی گہری خاموشی کے سمندر میں ڈوبا ہوا تھا۔ البتہ علوی کے حوصلے بلند تھے اور اس کی نگاہ بادشاہ کے رخ پر جمی ہوئی تھی کہ اب دیکھیں نتیجہ کیا نکلتا ہے؟ گویا وہ اس انتظار میں تھا کہ بادشاہ کی طرف سے کوئی حتمی فیصلہ سرزد ہوگا۔

سنی مناظر کی بے بسی

سنی مناظر عباسی پر یہ گھڑیاں بہت سخت تھیں۔ وہ دل ہی دل میں چاہ رہا تھا کہ زمین شگافتہ ہو اور وہ اس میں دھنس جائے یا موت کا فرشتہ آ کر فوراً اس کی روح کو اس کے جسم سے آزاد کردے۔ اس کے چہرے پر شرمندگی کی تہیں جمی ہوئی تھیں اور جواب میں بے بسی نے اسے گلوگیر کردیا تھا کیونکہ بھرے مجمع میں اس کا مذہب ونظریہ باطل ثابت ہوگیا تھا اور اس کے عقیدہ کی بے پردگی بادشاہ وزراء اور علماء کے سامنے طشت ازبام ہوچکی تھی لیکن اب وہ بے چارہ کیا کرتا۔ بادشاہ نے اس کو سوال و جواب کے لئے ہی منگوایا تھا تاکہ حق و باطل میں فرق واضح ہو جائے۔

ایمان حضرت عثمان

عباسی (سنی مناظر) نے پھر ایک دفعہ اپنے حواس کو جمع کر کے سر اٹھایا اور پوچھا کہ حضرت عثمان کے مومن نہ ہونے پر کیا دلیل ہے؟

علوی (شیعہ مناظر) نے جواب دیا: دلیلیں بہت ہیں۔ ان میں سے ایک تو یہ ہے بلکہ یہی ایک کافی ہے کہ تمام مسلمین جن میں صحابہ بھی شامل ہیں ایک مومن کے قتل پر اجماع کر سکتے ہیں۔[1]

علاوہ ازیں حضرت عثمان کے کفر پر اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ حضرت عائشہ اس کو یہود سے مشابہت دیتی تھیں اور اس کے قتل کا حکم دیتی تھیں۔ چنانچہ ایک روایت میں اس کا غیر مبہم الفاظ میں یہ فرمان منقول ہے: اُقْتُلُوْا نَعْثَلاً فَقَدْ كَفَرَ. یعنی اس نعثل کو قتل کر دو یہ کافر ہو چکا ہے۔ (نعثل ایک یہودی کا نام تھا اور حضرت عائشہ عثمان کو نعثل کہہ کر پکارتی تھیں۔) ایک دوسری روایت میں ہے: اُقْتُلُوْا نَعْثَلاً قَتَلَهُ اللّٰهُ.[38] یعنی اس نعثل کو قتل کر دو، خدا اس پر لعنت کرے۔ ایک تیسری روایت کے الفاظ اس

۱۔ ہم نے اپنی کتاب امامت وملوکیت ص ۱۱۱۔۱۱۲ میں اس کی پوری وضاحت کی ہے۔ (مترجم)

طرح ہیں: بُعْدًا لِنَعْثَلٍ وَسُحْقًا. یعنی یہ نعثل دفع ہوجائے اور برباد ہوجائے۔

تنبیہ ناشر

ابن ابی الحدید معتزلی نے شرح نہج البلاغہ جلد۲، صفحہ۷۷ پر ذکر کیا ہے کہ تمام ارباب تاریخ نے اس امر کی وضاحت سے بخل نہیں کیا کہ حضرت عائشہ کا رویہ عثمان کے متعلق نہایت سخت تھا۔ یہاں تک کہ اس نے رسول اللہؐ کی ایک قمیص کو گھر میں لٹکا رکھا تھا اور اپنے عقیدت مندوں اور ملنے والوں کو وہ قمیص دکھا کر کہا کرتی تھیں کہ ابھی تک رسول اللہؐ کی قمیص بھی بوسیدہ نہیں ہوئی لیکن عثمان نے قمیص شریعت کو بوسیدہ کردیا ہے۔ روضۃ الاحباب میں بھی حضرت عائشہ کا فرمان موجود ہے کہ خدا نعثل کو قتل کرے۔ (مترجم)

عثمان کی بے راہ رویوں اور زیادتیوں میں سے یہ امر ناقابل فراموش ہے کہ اس نے اپنے دور اقتدار میں اپنے اقتدار سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جیسے جلیل القدر صحابی پر اس قدر تشدد کیا اور اتنی اندوہناک جسمانی اذیت پہنچائی کہ وہ فتق کی بیماری میں مبتلا ہوگیا[۳۹] اور وہی بیماری اس کے لئے جان لیوا ثابت ہوئی۔

اسی طرح حضرت ابوذرؓ جیسے جلیل القدر صحابی رسول کو جلاوطن کردیا جس کے حق میں حضرت پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا تھا: مَا اَظَلَّتِ الْخَضْرَآءُ وَلَا اَقَلَّتِ الْغَبْرَآءُ عَلٰى ذِىْ لِهْجَةٍ اَصْدَقَ مِنْ اَبِىْ ذَرٍّ.[۴۰] یعنی فلک نیلگوں کے زیر سایہ فرش زمین پر چلنے والوں میں ابوذرؓ سے زیادہ صادق اللسان کوئی نہیں ہے۔

ایک یا دو دفع حضرت ابوذرؓ کو مدینہ سے شام کی طرف دیس نکالی دی اور پھر (ربذہ کی طرف جلاوطن کر دیا۔)

ربذہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک ایسا غیرآباد اور چٹیل میدان ہے جس میں کوئی سبزہ نہیں اُگتا۔ پس حضرت ابوذرؓ کا اس عالم جلاوطنی میں بھوک و پیاس سے انتقال ہوگیا جبکہ ادھر عثمان مسلمانوں کے بیت المال میں عیش وعشرت کی زندگی اور دولت کی ریل پیل میں پُرسرور وقت گزار رہا تھا اور اپنے رشتہ دار بنی امیہ و بنی مروان پر نوازشات کے طور پر دریادلی سے عطیات تقسیم کر رہا تھا۔ (جس کو مودودی صاحب نے صلہ رحمی سے تعبیر کیا ہے۔ ''خلافت وملوکیت'') (مترجم)

یہ عبرت خیز، حیرت انگیز اور نصیحت آمیز انکشافات سن کر بادشاہ کے رونگٹے کھڑے ہوگئے اور کہنے لگا: اے وزیر کیا یہ علوی (شیعہ مناظر) صحیح کہہ رہا ہے؟

وزیر نے جواب دیا: بے شک ارباب تاریخ[1] نے تو ایسا ہی لکھا ہے۔

۱۔ مورخین نے ذکر کیا ہے کہ عبداللہ بن خالد بن اسید کو حضرت عثمان نے چار لاکھ درہم عنایت کیے۔ حکم بن عاص جس کو رسول اللہؐ نے مدینہ سے نکال دیا تھا اور حضرت ابوبکر و عمر نے بھی اس کو مدینہ واپس آنے کی اجازت نہ دی تھی، عثمان نے رسول اللہؐ کی مخالفت کرتے ہوئے نہ صرف اس کو واپس بلایا بلکہ بیت المال سے ایک لاکھ درہم بھی عطا کیا یہ وہ شخص ہے جس کو رسول اللہؐ نے وزغ بن وزغ کہا تھا۔

زمین فدک جو حضرت ابوبکر و عمر نے جناب فاطمہ الزہراؑ بنت رسول اللہؐ سے چھین کر بیت المال میں شامل کر لی تھی، عثمان نے مروان کو بخش دی اور مروان کو ایک لاکھ درہم بیت المال سے دیا۔

شرح بن ابی الحدید میں یہ سب تفصیلات مذکور ومرقوم ہیں۔ (ناشر)

نیز طٰہٰ حسین مصری نے بھی اپنی کتاب الفتنۃ الکبریٰ میں اس کا ذکر کیا ہے۔ (مترجم)

قول مترجم

حضرت عثمان کی امویوں پر نوازشات اور بیت المال سے عطیات کو طٰہٰ حسین مصری نے اپنی کتاب الفتنۃ الکبریٰ میں تفصیل سے لکھا ہے اور ہم نے اپنی کتاب ''اسلامی سیاست'' میں صفحہ ۱۱۶ پر اس کے چند اقتباسات درج کیے ہیں۔

بادشاہ نے وزیر سے پوچھا: پھر ایسے شخص کو مسلمانوں نے خلیفہ کیسے منتخب کر لیا؟

وزیر نے جواب دیا: اس کو شوریٰ کے ذریعے خلیفہ بنایا گیا۔

علوی (شیعہ مناظر) نے وزیر کی بات کو ٹوک کر فوراً کہا کہ وزیر صاحب! غلط بات نہ کیجئے۔

بادشاہ نے کہا: آپ خود بیان فرمائیں۔

علوی (شیعہ مناظر) نے کہا: وزیر صاحب کی بات غلط ہے کیونکہ حضرت عثمان کی حکومت حضرت عمر کی وصیت [۴۱] اور صرف تین آدمیوں کے انتخاب کی مرہون منت ہے اور وہ طلحہ، سعد بن ابی وقاص اور عبدالرحمٰن بن عوف ہیں تو کیا صرف تین آدمیوں کو پوری دنیا کے مسلمانوں کی نمائندگی کا حق حاصل ہے؟ اور طرفہ یہ کہ عثمان کو چننے والے تینوں آدمیوں نے عثمان سے اعتماد ختم کر لیا تھا، جب انہوں نے دیکھا کہ:

عثمان نے دین خدا سے انحراف کیا ہے۔

اس نے رسول اللہؐ کے اصحاب کی ہتک و توہین کو اپنا وطیرہ بنا لیا ہے۔

وہ امور مسلمین میں کعب الاحبار یہودی سے مشورے لیتا ہے۔

اور مسلمانوں کے بیت المال کی رقوم کو اولاد مروان پر تقسیم کرتا ہے۔

پس یہی تینوں آدمی جنہوں نے عثمان کو منتخب کیا تھا، عثمان کو قتل کرنے پر لوگوں کو اکسانے اور بھڑکانے کی ابتدا بھی انہوں نے ہی کی تھی۔

(مترجم: مودودی صاحب کی ''خلافت و ملوکیت'' کے مطالعے سے صاف پتا چلتا ہے کہ سوائے گنے چنے آدمیوں کے مدینہ کے تمام اشراف حضرت عثمان کے خلاف تھے اور ان کی بے راہ رویوں سے تنگ تھے۔ چنانچہ ہم نے ''امامت و ملوکیت'' میں اس کی وضاحت کی ہے)۔

بادشاہ نے پھر وزیر سے دریافت کیا کہ کیا علوی (شیعہ مناظر) سچ کہتا ہے؟

وزیر نے جواب دیا: تاریخ تو ایسا ہی کہتی ہے۔

بادشاہ نے کہا: پھر تو نے یہ کیوں کہا تھا کہ عثمان شوریٰ کے ذریعے خلیفہ بنا تھا؟

وزیر نے جواب دیا: میری مراد ان ہی تینوں آدمیوں کا شوریٰ تھا۔

بادشاہ نے کہا: کیا تین آدمیوں کے چناؤ کو پورے مسلمانوں کا شوریٰ کہا جاسکتا ہے؟

عشرۂ مبشرہ

وزیر نے جواب دیا کہ ان تینوں کے لئے پیغمبر اکرمؐ نے جنت کی خوشخبری دی تھی۔

علوی (شیعہ مناظر) نے پھر بات کو کاٹ کر کہا: وزیر صاحب! ایسی بات مت کیجئے جو سراسر غلط و بے بنیاد ہے کیونکہ عشرۂ مبشرہ والی حدیث بالکل جھوٹ اور سراسر پیغمبر اکرمؐ پر افترا ہے۔

عباسی (سنی مناظر) نے کہا: یہ حدیث جھوٹ نہیں بلکہ اس کو موثق راویوں نے نقل کیا ہے۔

علوی (شیعہ مناظر) نے جواب دیا کہ اس مفروضہ حدیث کے بے بنیاد ہونے پر دلیلیں بہت زیادہ ہیں میں صرف تین دلیلیں پیش کرتا ہوں۔

پہلی دلیل

کیا رسول اللہؐ ایسے شخص کو جنت کی بشارت سنا سکتے ہیں جس نے آپ کو اذیت پہنچائی ہو؟ اور وہ طلحہ ہے۔ چنانچہ بعض مفسرین و مورخین نے ذکر کیا ہے کہ طلحہ نے واضح اور غیر مبہم الفاظ میں یہ بات کہی تھی: لَئِنْ مَاتَ مُحَمَّدٌ لَنَنْكِحَنَّ اَزْوَاجَهُ مِنْ بَعْدِهٖ. یعنی اگر حضرت محمدؐ کا انتقال ہوا تو ہم ان کے بعد ان کی بیویوں سے شادی رچالیں گے۔

دوسری روایت میں ہے: لَاَ تَزَوَّجَنَّ عَائِشَةَ. یعنی حضور اکرمؐ کے مرنے کے بعد میں عائشہ سے شادی کروں گا۔

تو جب رسول اللہؐ کو طلحہ کی یہ بات پہنچائی گئی تو آپ کو سخت روحانی اذیت ہوئی اور خداوند کریم نے طلحہ کی اس جسارت کے بعد یہ آیت بھیجی: وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَا اَنْ تَنْكِحُوْا اَزْوَاجَهُ مِنْ بَعْدِهٖ اَبَدًا اِنَّ ذٰلِكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ○ یعنی تمہیں حق نہیں پہنچتا کہ رسول اللہؐ کو اذیت پہنچاؤ اور نہ تمہیں یہ حق پہنچتا ہے کہ ان کے بعد ان کی بیویوں سے کبھی بھی شادیاں رچاؤ، تمہارا اس قسم کا اقدام اللہ کے نزدیک بہت سخت جسارت ہے۔

دوسری دلیل

طلحہ اور زبیر دونوں حضرت علیؑ کے خلاف لڑے[۴۲] اور حضرت پیغمبر اکرمؐ نے حضرت علیؑ کے حق میں صاف فرمایا تھا: یَا عَلِیُ حَرْبُکَ حَرْبِیْ وَ سِلْمُکَ سِلْمِیْ.[۱] یعنی اے علیؑ تیرے ساتھ لڑنا میرے ساتھ لڑنے کے مترادف ہے اور تیرے ساتھ صلح میرے ساتھ صلح کرنے کے برابر ہے۔

نیز حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا: مَنْ اَطَاعَ عَلِیًّا فَقَدْ اَطَاعَنِیْ وَ مَنْ عَصٰی عَلِیًّا فَقَدْ عَصَانِیْ.[۲] یعنی جس نے علیؑ کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے علیؑ کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔

ایک حدیث میں حضور اکرمؐ نے فرمایا: عَلِیٌّ مَعَ الْقُرْآنِ وَالْقُرْآنُ مَعَ عَلِیٍ لَنْ یَفْتَرِقَا حَتّٰی یَرِدَا عَلَی الْحَوْضِ.[۳] یعنی علیؑ قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علیؑ کے ساتھ ہے اور یہ دونوں ایک دوسرے سے ہرگز جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر وارد ہوں گے۔

ایک اور حدیث میں آپ نے فرمایا: عَلِیٌّ مَعَ الْحَقِّ وَ الْحَقُّ مَعَ عَلِیٍ یَدُوْرُ الْحَقُّ مَعَهٗ حَیْثُمَا دَارَ.[۴] یعنی علیؑ حق کے ساتھ ہے اور حق علیؑ کے ساتھ

۱۔ اس حدیث کوخوارزمی نے مناقب میں ص۶۷ پر اور محدث ابن حسنویہ نے بھی ذکر کیا ہے اور علامہ قندوزی نے ینابیع المودة میں صفحہ ۱۳۰ پر اور ان کے علاوہ دیگر اکابر علماء اہلسنت نے بھی ذکر کیا ہے۔ (ناشر)

۲۔ یہ حدیث کنز العمال میں حدیث ۱۲۱۳ پر ہے۔ (مترجم)

۳۔ کنز العمال حدیث ۱۲۵۲، صواعق محرقہ ص ۷۵، مستدرک حاکم ص ۱۲۴۔ (ناشر)

۴۔ تاریخ بغداد جلد ۱۴، ص ۳۲۱، مجمع الزوائد للحافظ الہیثمی ج ۷، ص ۲۳۶، امامت و سیاست لابن قتبہ دینوری ج ۱، ص ۶۸، مستدرک حاکم ج ۳، ص ۱۲۵، ترمذی ج ۲، ص ۲۱۳۔ (ناشر)

ہے، حق ادھر مڑتا ہے جس طرف علیؑ مڑ جائے۔

ان احادیث متذکرہ کا جائزہ لینے سے انسان خود جان سکتا ہے کہ کیا رسول اللہؐ سے جنگ کرنے والا اور ان کا نافرمان بھی جنت میں جا سکتا ہے؟ اور کیا حق اور قرآن سے جنگ کرنے والا بھی مومن ہوسکتا ہے؟

تیسری دلیل

اس میں شک نہیں کہ طلحہ اور زبیر دونوں حضرت عثمان کے قتل میں پیش پیش تھے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ طلحہ و زبیر و عثمان سب جنت کے حقدار ہوں؟ حالانکہ بعض بعض کے قاتل ہیں اور حضور اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ قاتل و مقتول دونوں جہنم میں جائیں گے۔[۴۳]

قول مترجم

خلافت وملوکیت (علامہ مودودی) سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ طلحہ و زبیر حضرت عثمان کے قتل میں شریک تھے۔ چنانچہ ہم نے اپنی کتاب امامت و ملوکیت میں اس کی وضاحت کی ہے۔ قاتل و مقتول دونوں کے جہنمی ہونے کا مقصد یہ ہے کہ اگر قاتل مومن ہے تو اس کا مقتول کافر و جہنمی ہوگا اور اگر مقتول مومن ہے تو اس کا قاتل کافر و جہنمی ہوگا۔ پس یہ نہیں ہوسکتا کہ قاتل اور اس کا مقتول دونوں جنتی ہوں بلکہ مومن کا قاتل اور مومن کا مقتول دونوں جہنمی ہوں گے۔

شیعہ مناظر کے استدلال کا اثر

بادشاہ نے یہ ساری کارروائی سنی تو ازراہ تعجب کہنے لگا: کیا شیعہ مناظر علوی جو کچھ کہہ رہا ہے سچ ہے؟

وزیر بالکل خاموش رہا۔

سنی مناظر اور اس کی جماعت پر بھی سکتہ طاری رہا۔

(یہ لوگ کہتے تو کیا کہتے؟)

کیا حق بات کہنے کی جرأت کرتے؟ حالانکہ کوئی باطل پرست حق کو مان لینے کی جرأت نہیں کیا کرتا۔

کیا نفس امارہ بھی کبھی حق و صداقت کے آگے جھک سکتا ہے؟

کیا حق کو تسلیم کر لینا آسان ہے؟

ہرگز نہیں! یہ امر نہایت مشکل ہے کیونکہ اس سے جاہلانہ تعصب کی بیخ کنی اور خواہش نفس کی مخالفت ہوتی ہے حالانکہ لوگ خواہش کے پیروکار اور باطل کے دلدادہ ہوا کرتے ہیں سوائے مومنین کے اور وہ بہت کم ہوتے ہیں۔

شیعہ مناظر کا چیلنج

لمبی چپ چاپ کے بعد علوی (شیعہ مناظر) نے خاموشی کا پردہ چاک کیا اور کہا:

اے بادشاہ! وزیر صاحب اور یہ سارے علماء صاحبان جانتے ہیں کہ میں

نے جو کچھ کہا ہے سچ ہے، صحیح ہے اور حق ہے اور اسی مدرسہ نظامیہ کے کتب خانہ میں کتابیں موجود ہیں، جو میری حق بیانی کی گواہ ہیں اور ایسے دستاویزات موجود ہیں جن میں میری بات کی صحت و حقیقت کی تصریح موجود ہے۔ اگر یہ لوگ میری بات کو صحیح تسلیم کرلیں تو ٹھیک، ورنہ میں ابھی ان کتب و مصادر کے حوالہ جات پیش کرنے کو تیار ہوں۔

بادشاہ نے وزیر سے دریافت کیا کہ کیا علوی (شیعہ مناظر) کے قول کے مطابق کتب معتبرہ میں اس کے بیان کی حقیقت اور اس کے دعویٰ کی صداقت کے دلائل موجود ہیں؟

وزیر نے جواب دیا: جی ہاں۔

بادشاہ نے پوچھا: پہلے تم خاموش کیوں ہوگئے تھے؟

وزیر نے جواب دیا: میں پیغمبر اکرمؐ کے اصحاب پر اعتراض کرنا پسند نہیں کرتا تھا۔

علوی (شیعہ مناظر) نے فوراً کہا: آپ پسند کریں یا نہ کریں خدا و رسولؐ نے تو اسے پسند کیا ہے اور خدا نے بعض صحابہ کو منافقین سے تعبیر کیا ہے یہاں تک کہ کفار کی طرح منافقین سے بھی جہاد کرنے کا حکم دیا ہے اور رسول اللہؐ نے بعض صحابہ پر لعنت [1] بھی کی ہے۔ [۴۴]

۱۔ چنانچہ اسامہ کے لشکر سے تخلف کرنے والوں پر حضور اکرمؐ نے لعنت کی تھی جیسا کہ گزر چکا ہے۔(مترجم) الملل والنحل شہرستانی ص۱۲۔

کیا صحابہ سب عادل ہیں؟

وزیر نے کہا: سید صاحب! ہمارے علماء کا قول ہے کہ رسول اللہؐ کے تمام اصحاب عادل ہیں۔

سید (شیعہ مناظر) نے جواب دیا: مجھے اس قول کا علم ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ سفید جھوٹ ہے اور افتراء ہے۔ رسول اللہؐ کے تمام صحابہ کیسے عادل ہو سکتے ہیں جبکہ وہ خود ایک دوسرے پر لعنت کرتے ہیں۔ بعض پر رسول اللہؐ نے لعنت کی ہے، بعض پر اللہ نے لعنت کی ہے۔ انہوں نے ایک دوسرے سے جنگ کی ہے اور ایک دوسرے کو گالیاں دی ہیں اور ان میں سے بعض بعض کے قاتل ہیں۔[۴۵]

قول مترجم

۱۔ حضرت ابوبکر کے دور اقتدار میں خالد بن ولید نے ایک صحابی رسول مالک بن نویرہ کو قتل کیا اور اس کی عورت سے زنا بھی کیا لیکن نہ اسے قصاص میں قتل کیا گیا اور نہ اسے زنا کی سزا میں رجم کیا گیا۔ (روضۃ الاحباب)

۲۔ حضرت ابوبکر کے دور اقتدار میں حضرت عمر اور اس کے ہمراہیوں نے

جناب فاطمہ بنت رسول اللہؐ کے دروازہ پر لکڑیاں جمع کیں اور بی بی پر دروازہ گرایا جس کے صدمے سے بی بی کا انتقال ہوا۔ (حوالہ جات امامت وملوکیت)

۳۔ حضرت عثمان نے صحابی رسول عبداللہ بن مسعودؓ کو اتنا پٹوایا کہ وہ فتق کی بیماری میں مبتلا ہو کر چل بسا۔

۴۔ حضرت عثمان نے صحابی رسول حضرت ابوذرؓ کو جلاوطن کیا اور ان کا ربذہ میں بھوک و پیاس سے انتقال ہوگیا۔

۵۔ معاویہ نے صحابی رسول عمرو بن حُمُقْ خُزاعی اور حُجر بن عدی کو اس لئے قتل کرایا کہ وہ سرکاری آرڈیننس کی خلاف ورزی کرتے ہوئے حضرت علیؑ پر سَبّ نہیں کرتے تھے۔ (خلافت وملکویت)

۶۔ حضرت عثمان کو جناب عائشہ نعثل یہودی سے تشبیہ دیتی تھیں، اس پر لعنت بھی کرتی تھیں اور اس کے قتل پر لوگوں کو اکساتی تھیں۔ (تذکرۃ الخواص وغیرہ)

۷۔ طلحہ و زبیر و عائشہ نے حضرت علیؑ سے جنگ کی اور فریقین سے ہزاروں صحابی قتل ہوگئے حتیٰ کہ خود طلحہ و زبیر بھی قتل ہوگئے۔

۸۔ معاویہ نے حضرت علیؑ سے جنگ کی اور ہزاروں صحابی مارے گئے۔

۹۔ معاویہ کے حکم سے اس کی فوج نے عمار بن یاسرؓ اور اویس قرنیؓ جیسے محبوب رسول صحابہ کو جنگ صفین میں قتل کیا۔

معاویہ حضرت عائشہ کا قاتل ہے

۱۰۔ معاویہ نے حضرت عائشہ زوجہ رسول کو قتل کیا۔ تاریخ حبیب السیر میں ہے کہ ۵۸ھ میں معاویہ نے اپنے بیٹے یزید کی اہل مدینہ سے بیعت لی تو حضرت عائشہ نے اس پر شدید ردعمل کا اظہار کیا تو معاویہ نے اس کے سدباب کے لئے حضرت عائشہ کو دعوت پر بلایا۔ پس ایک کنواں کھود کر اس میں چونا ڈال دیا اور کنویں کے منہ پر خس و خاشاک ڈال کر اوپر چٹائی یا کپڑا بچھا کر اوپر کرسی رکھ دی اور اسی جگہ جناب عائشہ کے لئے کھانا رکھا گیا۔ پس جونہی وہ دعوت پر تشریف لائیں اور کرسی پر بیٹھیں تو کنویں میں گر گئیں۔ پس معاویہ نے اس کو بھروا دیا اور یہی وجہ ہے کہ آج تک عائشہ کی قبر کا کوئی سراغ نہیں مل سکا۔ اس کے علاوہ صحابہ کے باہمی نزاعات و فسادات کی روح فرسا داستانیں کافی ہیں۔ پس شیعہ تمام صحابہ کو عادل اور نیک نہیں سمجھتے بلکہ ظالم و مظلوم اور اسی طرح نیک و بد میں فرق کرتے ہیں۔ پس ظالم سے نفرت اور مظلوم سے محبت نیز نیک سے دوستی اور بد سے بیزاری شیعوں کے عقائد میں داخل ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ صحابہ کے عادل ہونے والی روایت کرسی اقتدار کے خوشامدیوں کی من گھڑت ہے جو سراسر جھوٹ اور پیغمبر اکرمؐ پر بہتان ہے۔ (انتہیٰ)

کیا لوگوں کا مان لینا کافی ہے؟

عباسی (سنی مناظر) نے جب دیکھا کہ اس موضوع سے گلوخلاصی کا راستہ بند ہے تو اس نے ایک اور موضوع چھیڑتے ہوئے کہا:

بادشاہ سلامت! میں سید سے دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ اگر یہ خلفاء مومن نہیں تھے تو تمام مسلمانوں نے ان کو خلیفہ کیوں بنایا اور ان کی اقتدا کیوں کی؟

سید (شیعہ مناظر) نے جواب دیا: اولاً تو تمام مسلمانوں نے ان کو خلیفہ نہیں مانا بلکہ صرف اہلسنت نے ان کو خلیفہ مانا ہے۔ اور ثانیاً گزارش یہ ہے کہ جن لوگوں نے ان کو خلیفہ مانا وہ دو گروہوں میں تقسیم ہیں۔ کچھ جاہل ہیں اور کچھ معاند ہیں۔ جاہل اور بے خبر لوگ وہ ہیں جن کو ان کی حقیقت کا پتا نہیں اور نہ وہ ان کی برائیوں سے واقف ہیں۔ وہ سیدھے سادے لوگ ہیں اور نیک و پاکباز سمجھ کر ان کو خلیفہ مان بیٹھے ہیں۔

دوسرے معاند وہ لوگ ہیں جن کو دلیل و برہان کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی، وہ صرف عناد کرنا اور جھگڑنا جانتے ہیں۔

اللہ فرماتا ہے: وَلَوْ جِئْتَهُمْ بِكُلِّ آيَةٍ لَا يُؤْمِنُونَ. اگر ہر قسم کی دلیل ان کے پاس لاؤ تب بھی وہ ایمان نہ لائیں گے۔

دوسری جگہ فرماتا ہے: سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ. یعنی ان کو ڈرانا یا نہ ڈرانا برابر ہے وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

اور ثالثاً جن لوگوں نے ان کو خلیفہ چنا ہے۔ انہوں نے اس چناؤ میں اس طرح غلطی کی ہے جس طرح عیسائیوں نے حضرت مسیحؑ کو خدا کا بیٹا کہنے میں غلطی کی ہے یا جس طرح یہودیوں نے حضرت عزیرؑ کو خدا کا بیٹا کہنے میں غلطی کی ہے۔ پس انسان پر واجب ہے کہ اللہ اور رسولؐ کی اتباع کر کے حق کی پیروی کرے۔ ایسا نہ ہو کہ لوگوں کی دیکھا دیکھی سے غلط اور باطل راستے پر گامزن ہو جائے۔

بادشاہ نے کہا: چلو اس موضوع کو چھوڑو اور اب کسی دوسرے موضوع کے متعلق بات کرو۔

علیؑ خلیفہ منصوص ہیں

علوی (شیعہ مناظر) نے کہا کہ اہلسنت حضرات کی غلطیوں میں سے ایک غلطی یہ ہے کہ وہ علی ابن ابی طالبؑ کو چھوڑ کر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے پیچھے چل پڑے۔

عباسی (سنی مناظر) نے کہا: یہ کون سی غلطی ہے؟

سید نے جواب دیا: حضرت علی ابن ابی طالبؑ کو خود رسول اللہؐ نے نامزد کیا تھا اور اُن کو حضور اکرمؐ نے نامزد نہیں کیا تھا۔

دیکھئے بادشاہ سلامت! اگر آپ اپنی جگہ پر کسی کو اپنا قائم مقام نامزد کردیں تو وزراء دولت اور ارکان حکومت پر یہ فرض عائد ہوگا کہ وہ آپ کے نامزد قائم مقام کی پیروی کریں اور ان کو یہ حق قطعاً حاصل نہیں کہ آپ کے نامزد قائم مقام کو ہٹا کر کسی دوسرے کو آپ کا قائم مقام مقرر کردیں۔

بادشاہ نے کہا: بے شک ان پر واجب و لازم ہے کہ میرے نامزد قائم مقام کی اطاعت کریں اور اس کی ہی پیروی کریں۔

علوی (شیعہ مناظر) نے کہا: اسلام میں صرف شیعہ ہی وہ فرقہ ہے جس

نے رسول اللہؐ کے نامزد جانشین کی پیروی کو دین سمجھا ہے اور اللہ کے امر سے رسول اللہؐ نے صرف علی ابن ابی طالبؑ کو ہی اپنا قائم مقام نامزد فرمایا تھا۔

عباسی (سنی مناظر) نے جواب دیا: حضرت علیؑ خلافت کے اہل نہ تھے کیونکہ کمسن تھے جبکہ ابوبکر سن رسیدہ تھے اور علاوہ ازیں حضرت علیؑ کے ہاتھوں عرب کے نامور بہادر تہہ تیغ ہوئے تھے اور علیؑ نے شجاعان عرب کو موت کے گھاٹ اتارا تھا، اس لئے عرب لوگ علیؑ کو خلیفہ ماننے پر تیار نہ تھے اور ابوبکر کا دامن اس اعتبار سے بے داغ تھا۔

علوی (شیعہ مناظر) نے جواب دیا: بادشاہ سلامت! آپ نے سن لیا کہ عباسی کے نزدیک خدا و رسولؐ کی سمجھ سے لوگوں کی سمجھ بہتر ہے کہ وہ خدا و رسولؐ کے نامزد کردہ خلیفہ سے لوگوں کے نامزد خلیفہ کو ترجیح دیتے ہیں۔ گویا ان کے نزدیک علیم و خبیر پروردگار نے امت کے لئے افضل و اصلح خلیفہ کا انتخاب نہیں کیا تھا لیکن جاہل لوگوں نے اصلح خلیفہ کا انتخاب کرلیا تھا۔

حالانکہ قرآن مجید میں اللہ فرماتا ہے: وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَن يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَن يَعْصِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِينًا ○ یعنی کسی مومن و مومنہ کے لئے جائز نہیں کہ جب اللہ و رسولؐ کوئی فیصلہ کردیں تو وہ اس کے مقابلے میں اپنی الگ رائے قائم کریں اور جو شخص بھی خدا اور رسول کی نافرمانی کرے گا وہ واضح طور پر گمراہ ہوگا۔

دوسری جگہ ارشاد قدرت ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلّٰهِ

وَ الرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ لِمَا یُحْیِیْکُمْ○ اے ایمان والو! اللہ اور رسولؐ کی بات مان لیا کرو جب تمہیں ایسی بات کی طرف دعوت دیں جس میں تمہاری زندگی کا راز مضمر ہو۔

عباسی (سنی مناظر) کہنے لگا کہ میں نے کب کہا ہے کہ لوگ خدا و رسولؐ سے زیادہ علم رکھتے ہیں؟

علوی (شیعہ مناظر) نے جواب دیا: پھر آپ کی گفتگو کا مقصد ہی کوئی نہیں جب اللہ اور اس کے رسولؐ نے ایک آدمی کو خلافت و امامت کے لئے چن لیا تو اسی کی پیروی کرنی چاہیۓ، خواہ لوگ راضی ہوں یا نہ ہوں۔

حضرت علیؑ خلافت کے اہل تھے

عباسی (سنی مناظر) نے پھر وہی بات دہرائی کہ علی ابن ابی طالبؑ میں خلافت کے لئے اہلیت کم تھی۔

علوی (شیعہ مناظر) نے جواب دیا: آپ کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو علیؑ کی صحیح پہچان نہ تھی۔ گویا اللہ کو یہ پتا نہ تھا کہ علیؑ میں خلافت کے لئے اہلیت نہیں ہے۔ پس لاعلمی سے علیؑ کو نامزد کردیا اور یہ عقیدہ یقیناً کفر ہے۔

ثانیاً آپ کو غلط فہمی ہے کہ علیؑ میں اہلیت نہ تھی یا یہ کہ علیؑ میں اہلیت کم تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ خلافت و امامت کے لئے علیؑ اہل تھے اور جس قدر علی اہل تھے اور کوئی نہ تھا۔

عباسی (سنی مناظر) نے کہا: علیؑ میں کیا خوبیاں تھیں جن کی وجہ سے وہ خلافت کے اہل تھے؟

علوی (شیعہ مناظر) نے جواب دیا: علیؑ کی خوبیاں بہت زیادہ ہیں:

۱۔ پہلی خوبی تو یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسولؐ نے ان کو نامزد کیا ہے اگر اہل نہ ہوتے تو اللہ و رسولؐ ان کو نامزد نہ کرتے۔

۲۔ دوسری خوبی یہ ہے کہ تمام صحابہ سے علیؑ کا علم زیادہ تھا۔ چنانچہ رسول اللہؐ کا فرمان ہے: اَقْضَاكُمْ عَلِيٌّ. ۴۶ یعنی علیؑ تم سب میں سے بڑا فیصلہ کرنے والا ہے۔

حضرت عمر کا اعتراف موجود ہے: اَقْضَانَا عَلِي. [۱] یعنی علیؑ ہم سب میں سے بڑا قاضی ہے۔

حضور اکرمؐ نے فرمایا: اَنَا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا فَمَنْ اَرَادَ الْمَدِيْنَةَ وَالْحِكْمَةَ فَلْيَاْتِ الْبَاب. ۴۷ یعنی میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے، پس جو بھی شہر میں آنا چاہے وہ دروازے سے آئے۔ [۲]

اور نہج البلاغہ میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام خود فرماتے ہیں: عَلَّمَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اَلْفَ بَابٍ مِنَ الْعِلْمِ يَفْتَحُ لِیْ مِنْ كُلِّ بَابٍ اَلْفَ بَابٍ. یعنی کہ رسول اللہؐ نے مجھے علم کا ایک ہزار دروازہ تعلیم فرمایا ہے کہ ہر دروازے سے میرے لئے ہزار دروازے کھلتے ہیں۔

اور اس میں شک نہیں کہ جاہل پر عالم کو فوقیت حاصل ہے۔ چنانچہ ارشاد قدرت ہے: هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ یعنی کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہو سکتے ہیں؟

۳۔ تیسری دلیل یہ ہے کہ رسول اللہؐ کے تمام صحابہ کا جائزہ لیجئے تو روز روشن کی

۱۔ صحیح بخاری میں "ماننسخ" کی تفسیر میں موجود ہے نیز طبقات بن سعد ج۱، ص۱۰۲۔ استیعاب ج۱، ص۸ و ج۲، ص۱۶۱۔ حلیۃ الاولیاء ج۱، ص۶۵ وغیرہا۔ (ناشر)

۲۔ مستدرک حاکم ج۳، ص۱۲۶۔ تاریخ بغداد ج۴، ص۳۴۸۔ اسد الغابہ ج۴، ص۲۲۔ کنز العمال ج۶، ص۱۵۲۔ تہذیب التہذیب ابن حجر ج۶، ص۳۲۰ وغیرہا۔ (ناشر)

طرح واضح ہے کہ حضرت علیؑ مقام علم میں تمام دوسرے صحابہ سے مستغنی و بے نیاز تھے۔ اس کے برعکس تمام صحابہ مقام علم میں علیؑ کے محتاج و دست نگر تھے۔ [48]

کیا یہ الفاظ حضرت ابوبکر کے نہیں ہیں: اَقِیْلُوْنِیْ فَلَسْتُ بِخَیْرِکُمْ وَعَلِیٌّ فِیْکُمْ. [49] یعنی مجھے معاف کرو کہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں اور علیؑ تم میں موجود ہے۔

کیا حضرت عمر نے ستر سے زیادہ مقامات پر یہ نہیں کہا: [1] لَوْلَا عَلِیٌّ لَهَلَکَ عُمَرُ. [50] اگر علیؑ نہ ہوتا تو عمر ہلاک ہو جاتا۔

حضرت عمر نے کہا: [2] لَا اَبْقَانِیَ اللّٰهُ لِمُعْضَلَةٍ لَسْتَ فِیْهَا یَا اَبَاالْحَسَن. یعنی اے ابوالحسنؑ خدا مجھے ایسے مشکل مسئلہ تک زندہ نہ رکھے جس کے مشکل کشا آپ نہ ہوں۔

حضرت عمر نے حکم نافذ کیا تھا کہ: لَا یُفْتِیَنَّ اَحَدُکُمْ فِی الْمَسْجِدِ وَ عَلِیٌّ حَاضِرٌ. خبردار کوئی بھی مسجد میں فتویٰ دینے کی جرأت نہ کرے۔ جب علیؑ موجود ہوں۔

۴۔ چوتھی دلیل یہ کہ علیؑ نے زندگی بھر کبھی اللہ کی نافرمانی نہیں کی، نہ غیر اللہ کی عبادت کی اور نہ کبھی بتوں کا سجدہ کیا۔ اس کے برعکس یہ تینوں اللہ کی نافرمانی بھی کرتے رہے اور غیر اللہ کی عبادت بھی انہوں نے کی اور بتوں کا سجدہ بھی کیا۔

۱۔ مستدرک حاکم کتاب الصلوٰۃ، ج۱، ص۳۵۸۔ استیعاب، ج۳، ص۳۹۔ مناقب خوارزمی، ص۴۸۔ تذکرہ سبط بن جوزی، ص۸۲۔ تفسیر نیشاپوری سورۂ احقاف۔ (ناشر)

۲۔ تذکرہ سبط، ص۸۷۔ مناقب خوارزمی، ص۶۰۔ فیض القدیر، ج۴، ص۳۵۷۔ (ناشر)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لَا یَنَالُ عَھْدِی الظَّالِمِیْنَ. یعنی کہ میرا عہد ظالموں کونہیں پہنچتا اور نافرمانی یقیناً ظلم ہے اور ایسے لوگ یقیناً اللہ کے عہد یعنی نبوت یا خلافت کے اہل نہیں ہو سکتے جو کسی وقت ظالم رہ چکے ہوں۔

۵۔ پانچویں دلیل یہ ہے کہ حضرت علیؑ فکر سلیم رائے صائب اور عقل کامل کے مالک تھے جبکہ دوسروں کی فکر میں وسوسہ شیطانی کی ملاوٹ ہوتی تھی۔

چنانچہ حضرت ابوبکر نے خود فرمایا: اِنَّ لِیْ شَیْطَانًا یَعْتَرِیْنِیْ.[1] یعنی مجھے شیطان گمراہ کرتا ہے۔[51]

اسی طرح حضرت عمر نے کئی مقامات پر رسول اللہؐ کی مخالفت کی۔

اور عثمان کو تو غلط کار حاشیہ نشین ایسے ملے جو آسانی سے اپنی رائے اس پر مسلط کر دیتے تھے یہاں تک کہ وزغ بن وزغ (مروان بن حکم) اس کے ذہن و دماغ پر سوار تھا کہ رسول اللہؐ نے اس پر اور اس کی صلب پر لعنت کی تھی۔ باستثنائے مومنین اسی طرح کعب الاحبار یہودی کی باتیں اس پر اثر انداز ہوتی تھیں۔

بادشاہ نے وزیر سے پوچھا: کیا حضرت ابوبکر نے کہا تھا: اِنَّ لِیْ شَیْطَانًا یَعْتَرِیْنِیْ.

وزیر نے جواب دیا: کتابوں میں تو ایسا ہی لکھا[2] ہے۔[52]

۱۔ طبقات بن سعد قسم ۱، ج ۳، ص ۱۲۹۔ (ناشر) صواعق محرقہ، مطبوعہ قاہرہ (مصر)، ص ۱۲۔

۲۔ تاریخ ابن جریر، ج ۲، ص ۲۴۰۔ الامامت والسیاست ابن قتبہ دینوری، ص ۶۔ (ناشر)

رسول اللہؐ کی مخالفت

بادشاہ نے پوچھا: کیا یہ بھی صحیح ہے کہ حضرت عمر نے رسول اللہؐ کی مخالفت کی تھی؟

وزیر نے کہا: اس کی وضاحت علوی (شیعہ مناظر) خود کریں گے۔

علوی (شیعہ مناظر) نے کہا: علمائے اہلسنت نے اپنی معتبر کتابوں میں ذکر کیا ہے کہ متعدد مقامات پر حضرت عمر نے رسول اللہؐ کی مخالفت کی تھی۔

۱۔ جب حضرت پیغمبر اکرمؐ نے عبداللہ بن ابی [۵۳] پر نماز جنازہ پڑھنے کا ارادہ کیا تو حضرت عمر نے نہایت سخت و تند لہجے میں مخالفت کی۔ یہاں تک کہ حضور اکرمؐ کو اذیت پہنچی حالانکہ خدا فرماتا ہے: وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ یعنی جو لوگ رسول اللہؐ کو اذیت پہنچاتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔ (سورۂ توبہ: آیت ۶۰)

۲۔ جب آنحضرتؐ نے عمرہ تمتع اور حج تمتع کو ایک دوسرے سے الگ کیا اور عمرہ اور حج کے درمیان مرد پر عورت کی مقاربت کو جائز قرار دیا تو حضرت عمر نے نہایت غلیظ اور گندے لہجے سے مخالفت کا اظہار کیا۔ چنانچہ اس

نے کہا: اَنُحرِمُ وَمَذَاکِیرُنَا تَقطُرُ مَنِیًّا. یعنی کیا ہم ایسی حالت میں احرام باندھیں گے جب ہمارے آلۂ تناسل سے منی ٹپک رہی ہوگی؟ تو حضور اکرمؐ نے ان الفاظ سے اس امر کی تردید فرمائی: اِنَّکَ لَم تُؤمِنُ بِھٰذَا اَبَدًا. یعنی کہ تو اس پر ہرگز ایمان نہیں لائے گا۔ (حضور اکرمؐ کی پیشین گوئی حرف بحرف ثابت ہوئی۔ چنانچہ حضرت عمر نے اپنے دور اقتدار میں حج تمتع کو بند کردیا اور اسے حرام قرار دیا) اور حضور اکرمؐ کے الفاظ سے صاف ظاہر ہے کہ عمر اُن لوگوں میں سے تھا جو کتاب کے بعض پر ایمان رکھتے ہیں اور بعض کا کفر کرتے ہیں۔

۳۔ اسی طرح عمر نے متعة النساء میں حضور اکرمؐ کی مخالفت کی اور اس کے حکم پر ایمان نہ لایا اور جب کرسی اقتدار پر قابض ہوا تو صاف طور پر امتناعی حکم صادر کردیا: مُتعَتَانِ کَانَتَا عَلٰی عھدِ رَسُولِ اللّٰہِ وَ اَنَا اُحَرِّمُھُمَا وَ اُعَاقِبُ عَلَیھِمَا. یعنی دو متعے رسول اللہؐ کے زمانہ میں جائز تھے اور میں ان دونوں کو حرام قرار دیتا ہوں اور ان کے کرنے والوں کو سزا بھی دوں گا۔ (ایک متعة الحج (حج تمتع) اور دوسرا متعة النساء) حالانکہ قرآن کریم میں صاف ارشاد ہے: فَمَا استَمتَعتُم بِہٖ مِنھُنَّ فَاٰتُوھُنَّ اُجُورَھُنَّ ۝ [۵۴] اور تم متعہ کرو ان عورتوں میں سے تو ان کو ان کا اجر (حق مہر) دے دیا کرو۔ (سورۂ نساء: پ۵، آیت ۱)

تمام مفسرین اس پر متفق ہیں کہ آیت مجیدہ جواز متعہ کے لئے نازل ہوئی اور تمام مسلمان اس پر عمل کرتے تھے حتیٰ کہ زمانِ عمر تک یہ سلسلہ جاری

رہا۔ جب عمر نے متعہ پر پابندی لگادی تو لوگوں میں زنا و فجور عام ہوگیا۔[1]
گویا اس طریقے سے عمر نے خدا و رسولؐ کے حکم کو معطل کر کے زنا و فجور کو رواج دے دیا۔ اللہ فرماتا ہے: مَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ...... الْفَاسِقُوْنَ ..... الْكَافِرُوْنَ (سورہَ مائدہ) یعنی جو لوگ اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہ ظالم .....فاسق .....کافر ہوا کرتے ہیں۔ (تینوں آیتیں سورہَ مائدہ کی ہیں)۔
صلح حدیبیہ کے موقع پر حضرت عمر نے رسول اللہؐ کی مخالفت کی جس کا بیان گزر چکا ہے۔
ان کے علاوہ اور مقامات بھی ہیں جن میں حضرت عمر نے رسول اللہؐ کی مخالفت کر کے ان کو اذیت پہنچائی۔

۱۔ حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام سے منقول ہے کہ اگر عمر نے متعہ پر پابندی نہ لگائی ہوتی تو کوئی بدبخت ہی زنا کرتا۔ (مترجم)

کیا متعہ جائز ہے؟

بادشاہ نے کہا: حقیقت یہ ہے کہ متعة النساء کے جواز پر تو میں بھی خوش نہیں ہوں۔

علوی (شیعہ مناظر) نے پوچھا کہ کیا آپ اس کے شرعی جواز کے قائل ہیں؟

بادشاہ نے کہا: نہیں۔

علوی (شیعہ مناظر) نے پوچھا: پھر اس آیت کا معنی آپ کیا کریں گے: فَمَا اسۡتَمۡتَعۡتُمۡ بِهٖ مِنۡهُنَّ .....الخ اور عمر کے اس فرمان کا کیا مطلب ہوگا: مُتۡعَتَانِ کَانَتَا .....الخ یعنی دو متعے رسول اللہؐ کے زمانے میں جائز تھے اور میں ان کو حرام کر رہا ہوں۔ الخبر۔

کیا حضرت عمر کا قول اس بات کی واضح دلیل نہیں کہ متعہ رسول اللہؐ کے زمانے میں جائز اور مروج تھا، اسی طرح ابوبکر کے دور اقتدار میں بھی ہوتا رہا حتیٰ کہ عمر کے زمانِ حکومت میں جاری رہا۔ یہاں تک کہ اس بارے میں اس نے امتناعی آرڈیننس نافذ کر دیا۔

بادشاہ سلامت! ان تمام دلیلوں کے علاوہ آپ کو باور کرنا پڑے گا کہ

عبداللہ بن زبیر [۵۵] خود متعہ کی اولاد تھا۔

بادشاہ نے اپنے وزیر نظام الملک سے دریافت کیا کہ آپ کی کیا رائے ہے؟

وزیر نے جواب دیا: علوی (شیعہ مناظر) کے دلائل ناقابل تردید ہیں لیکن چونکہ حضرت عمر نے اس سے منع کیا ہے لہذا ہم پر اس کی پیروی واجب ہے۔ [۵۶]

علوی (شیعہ مناظر) نے کہا: کیا خدا و رسولؐ کی پیروی کرنا زیادہ ضروری ہے یا حضرت عمر کی؟ وزیر صاحب! کیا آپ نے قرآن کی یہ آیت نہیں پڑھی: مَاآتَاکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ. یعنی جو کچھ رسول تمہیں دیں اس کو لے لو۔ یعنی اس پر عمل کرو۔ اسی طرح ارشاد قدرت ہے: وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ یعنی رسولؐ کی اطاعت کرو نیز ارشاد ہے: لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ. یعنی تمہارے لئے رسول اللہؐ کا عمل ایک نمونہ ہے کہ اس پر چلنے کی سعادت حاصل کرو۔

حدیث مشہور میں ہے: حَلَالُ مُحَمَّدٍ حَلَالٌ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ وَ حَرَامُ مُحَمَّدٍ حَرَامٌ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَة. یعنی محمدؐ نے جس کو حلال کہا وہ قیامت تک حلال رہے گی اور جس کو انہوں نے حرام کہا وہ قیامت تک حرام رہے گی۔

بادشاہ نے کہا: میں اسلام کے تمام احکام پر ایمان رکھتا ہوں لیکن مجھے متعہ کے جائز ہونے کی کوئی معقول وجہ نہیں معلوم ہوتی۔ [۵۷] کیا کوئی شخص یہ پسند کرسکتا ہے کہ اپنی بہن یا بیٹی کسی آدمی کو ایک گھنٹہ کے لئے متعہ کی خاطر دیدے؟ کیا یہ فعل قبیح نہیں ہے؟

علوی (شیعہ مناظر) نے جواب دیا: حضور والا! کیا کوئی آدمی یہ پسند کرتا ہے کہ اپنی بیٹی یا بہن کا ایسے آدمی سے نکاح کردے جس کے متعلق پہلے سے یہ

یقین ہو کہ وہ ہمبستری کرنے کے بعد فوراً طلاق دیدے گا؟

بادشاہ نے کہا: میں تو یہ بھی پسند نہیں کرتا۔

علوی (شیعہ مناظر) نے کہا: اس دوسری شق کے متعلق علماء اہلسنت جواز کے قائل ہیں اور اس کو نکاح صحیح مانتے ہیں اور ہمبستری کے بعد طلاق کو بھی صحیح قرار دیتے ہیں۔ پس عقد متعہ اور نکاح دائمی میں صرف یہی فرق رہا کہ عقد متعہ میعاد کے پورا ہونے سے ختم ہوتا ہے یا یوں سمجھئے کہ عقد متعہ کی حیثیت اجارہ کی ہے اور عقد نکاح کی حیثیت ملکیت کی ہے کہ اجارہ مدت کے ختم ہونے سے ختم ہو جاتا ہے اور ملکیت بیع سے ختم ہوتی ہے۔

پس ثابت ہوا کہ متعہ کا جائز ہونا درست اور صحیح ہے کیونکہ یہ جسمانی ضروریات میں سے ایک ضرورت ہے جس طرح عقد نکاح کا جواز صحیح ہے۔ (حالانکہ وہ بھی طلاق سے ختم ہو جاتا ہے) کیونکہ جسمانی ضروریات میں سے ایک ضرورت ہے۔

بادشاہ سلامت! آپ ان بیوہ عورتوں کے متعلق کیا کہیں گے جن کے شوہر مر گئے ہوں اور دوسرا کوئی ان سے شادی کرنا پسند نہ کرتا ہو تو کیا بدکاری سے بچنے کے لئے عقد متعہ ہی ان کا واحد علاج نہیں ہے؟ کیا عقد متعہ کے مہر سے حاصل شدہ رقم ان کی اپنی ضروریات زندگی اور یتیم بچوں کی پرورش پر خرچ نہ ہوگی؟

نیز آپ ان نوجوان مردوں کے متعلق کیا کہیں گے جن کے پاس نکاح دائمی کے لئے وسائل نہ ہوں؟ کیا ان کے جنسی جذبات کی تسکین کا واحد علاج متعہ نہیں؟ اور کیا فسق و فجور سے بچنے کا واحد علاج ان کے لئے عقد متعہ نہیں؟ کیا زنا، بدکاری، لواطت اور مشت زنی وغیرہ بری عادتوں سے عقد متعہ بہتر نہیں؟

اے بادشاہ! میرا عقیدہ ہے کہ زنا لواطہ اور مشت زنی یا اس نوعیت کی جس قدر بدعادتیں لوگوں میں پھیلیں گی ان تمام کا موجب اور سبب وہ شخص ہے جس نے متعہ بند کر کے ان برائیوں کا دروازہ کھولا۔ پس وہ ان تمام گناہوں میں شریک ہوگا اور متعدد احادیث میں وارد ہے کہ جب سے حضرت عمر نے متعہ کو بند کیا ہے۔ لوگوں میں زنا عام ہوگیا ہے۔

البتہ آپ کا یہ کہنا کہ مجھے پسند نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اسلام نے کسی کو اس فعل کے لئے مجبور نہیں کیا۔ جس طرح اسلام اس عقد دائمی پر بھی کسی کو مجبور نہیں کرتا جس کا نتیجہ ایک گھنٹہ کے بعد طلاق ہو۔

نیز یہ بات بھی واضح ہے کہ آپ کا یا لوگوں کا ایک بات کو پسند نہ کرنا اس کی حرمت کی دلیل نہیں بن سکتا۔ لہذا اللہ کا حکم لوگوں کی خواہشات کی وجہ سے تبدیل نہیں ہوسکتا۔

پس بادشاہ نے وزیر کی طرف رخ کیا اور کہا کہ علوی (شیعہ مناظر) کی جواز متعہ کے متعلق دلیلیں ٹھوس اور مضبوط ہیں۔

وزیر نے کہا کہ علماء حضرت عمر کی رائے کی پیروی کو ضروری سمجھتے ہیں۔

علوی (شیعہ مناظر) نے کہا کہ عمر کی رائے پر عمل کرنے والے صرف علماء اہلسنت ہیں نہ کہ کل علماء۔

علاوہ ازیں آپ خود فیصلہ کریں کہ عمر کی رائے واجب الاتباع ہے یا خدا و رسولؐ کا حکم لائق اطاعت ہے؟

نیز تمہارے علماء نے بھی عمر کی رائے کو ٹھکرا دیا ہے۔

وزیر نے کہا: وہ کیسے؟

علوی (شیعہ مناظر) نے جواب دیا: حضرت عمر نے کہا ہے کہ دو متعے جو حضرت رسول اللہؐ کے زمانے میں جائز تھے، میں ان دونوں کو حرام قرار دیتا ہوں۔ ایک متعۃ الحج اور دوسرا متعۃ النساء۔ [58] پس اگر حضرت عمر کی بات صحیح ہے تو تمہارے علماء نے متعۃ الحج کے بارے میں حضرت عمر کی رائے کا احترام کیوں نہیں کیا؟ کیا تمہارے علماء حج تمتع کو صحیح اور جائز سمجھتے ہیں یا نہیں؟ اور اس مسئلہ میں حضرت عمر کی رائے کی مخالفت کرتے ہیں یا نہیں؟ کیونکہ انہوں نے اس کو حرام کیا تھا اور یہ اس کو جائز جانتے ہیں اور اگر حضرت عمر کی بات غلط ہے تو تمہارے علماء نے متعۃ النساء کی حرمت میں حضرت عمر کی رائے کیوں قبول کرلی ہے؟

وزیر چپ ہوگیا اور کچھ کہنے کی جرأت نہ کرسکا۔

بادشاہ نے حاضرین سے خطاب کر کے کہا کہ تم علوی (شیعہ مناظر) کو جواب کیوں نہیں دیتے؟

پس ایک شیعہ عالم جس کا نام شیخ حسن قاسمی تھا بولا: بادشاہ سلامت! یہ اشکال جو سید نے بیان کیا ہے حضرت عمر اور اس کے پیروکاروں پر وارد ہے۔ لہذا وہ اس کا قیامت تک جواب نہیں دے سکتے۔

قول مترجم

اہلسنت کے مشہور عالم علامہ فخرالدین رازی نے اپنی تفسیر کبیر میں قائلین متعہ کے استدلال کو اس طرح نقل کیا ہے:

''اس میں شک نہیں کہ متعہ اسلام میں جائز تھا۔ البتہ اس کے منسوخ ہونے میں شک ہے تو ہم کہیں گے کہ اس کا نسخ تواتر سے ثابت ہے یا خبر واحد سے۔ اگر تواتر سے ثابت ہوتا تو حضرت علیؑ اور ابن عباس جیسے بزرگوار کیسے اس سے بے خبر رہتے؟ اور اگر خبر واحد سے نسخ مانا جائے تو غلط ہے کیونکہ حکم متعہ کا ثبوت قطعی ہے اور خبر واحد ظنی ہوا کرتی ہے اور قطعی کو ظنی کے ذریعے سے منسوخ نہیں کیا جاسکتا۔

نیز جن روایات میں ہے کہ حضرت رسالت مآبؐ نے یوم خیبر متعہ کی حرمت کا حکم دیا تھا۔ وہ اس لئے ناسخ نہیں بن سکتیں کہ اکثر روایات میں یہ ہے کہ حضور اکرمؐ نے حجۃ الوداع یا فتح مکہ کے وقت متعہ کی حلیت کا فرمان صادر کیا تھا۔

نیز حضرت عمر کا کہنا ہے کہ دو متعے جناب رسالت مآبؐ کے زمانے میں جائز تھے اور میں ان کو حرام قرار دیتا ہوں۔ ایک **متعة الحج** اور دوسرا **متعة النساء**۔ گویا ان کا صاف اقرار ہے کہ رسالت مآبؐ کے زمانے میں یہ حلال تھا اور منسوخ نہ تھا اور میں ہی اس کو منسوخ کررہا ہوں اور عمران بن حصین نے یہی دلیل پیش کی تھی جب اس پر متعہ کے متعلق اعتراض کیا گیا تھا کہ حضرت رسالت مآبؐ نے ہمیں متعہ کا حکم دیا تھا اور ہم کرتے رہے اور آخر تک آپ نے منع نہ فرمایا۔ پھر ایک شخص نے اپنی مرضی سے جو چاہا کردیا۔ یعنی حضرت عمر نے ہی اس سے منع کیا ہے۔ (ملخصاً)

علامہ رازی نے ان روایات اور اعتراض کو بلا جواب چھوڑ دیا۔ گویا دبی زبان سے دلائل جواز متعہ کو تسلیم کرلیا لیکن آخر میں یہ کہہ دیا کہ چونکہ حضرت عمر نے صحابہ کے سامنے متعہ کی حرمت کا اعلان کیا تھا، اگر یہ منسوخ نہ ہوچکا ہوتا تو صحابہ پر اس

سے جہاد کرنا واجب تھا اور چونکہ انہوں نے چپ اختیار کرلی لہذا حضرت عمر کا کہنا درست ہے اور یہ اس سے کاشف ہے کہ حضور اکرمؐ نے ضرور منع کیا ہوگا۔ (ملخصاً)

تفسیر میزان میں کنزالعمال سے منقول ہے کہ ایک شخص شام سے مدینے میں وارد ہوا اور ایک عورت سے متعہ کر کے کچھ مدت مقیم رہا اور بعد میں حضرت عمر کو اطلاع ہوئی تو اس کو بلایا گیا اور پوچھا گیا کہ تو نے ایسا کیا ہے؟ اس نے کہا ہاں! سوال کیا گیا کہ تو نے ایسا کیوں کیا ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ ہم نے رسول اللہؐ کے زمانے میں کیا ہے؟ اور کرتے رہے ہیں اور حضور اکرمؐ نے تادم وفات منع نہیں فرمایا۔ پھر حضرت ابوبکر کے زمانے میں بھی کرتے رہے ہیں اور آپ کے دور خلافت میں بھی آج تک ہوتا رہا ہے اور آپ نے منع نہیں کیا۔ تو حضرت عمر نے قسم کھا کر فرمایا کہ اگر اس سے پہلے میں منع کر چکا ہوتا تو ضرور تجھے سنگسار کرتا۔ نیز حرمت متعہ کو جلال الدین سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں اولیات عمر میں سے لکھا ہے اور اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس سے پہلے حرام نہ تھا ورنہ متعہ کی حرمت اولیات عمر سے کیونکر بن سکتی؟

صحیح مسلم اور مسند احمد سے بروایت عطا منقول ہے کہ جابر بن عبداللہ عمرہ کے لئے آیا تو ہم اس کے پاس جمع ہوگئے۔ پس لوگوں نے مختلف موضوعات پر کلام کرنے کے بعد متعہ کی بحث کو چھیڑا تو جابر نے جواب دیا کہ ہم حضور اکرمؐ اور حضرت عمر کے زمانے میں خود کرتے رہے ہیں۔ ایک اور روایت میں جابر سے مروی ہے کہ ہم نے حضور اکرمؐ کے زمانے، حضرت ابوبکر کے زمانے اور حضرت عمر کے نصف دور خلافت تک متعہ کیا ہے اور اس کے بعد حضرت عمر نے منع کیا ہے۔

محاضرات راغب سے منقول ہے کہ عبداللہ بن عباس چونکہ متع کے جواز کا فتویٰ دیا کرتے تھے تو عبداللہ بن زبیر نے ابن عباس پر اس بارے میں طعن کیا تو ابن عباس نے کہا کہ اپنی ماں سے دریافت کرو۔ چنانچہ جب اس نے اپنی ماں سے دریافت کیا تو اس نے جواب دیا کہ میں نے تجھے متعہ سے جنا تھا۔ (عبداللہ بن زبیر کی والدہ حضرت ابوبکر کی صاحبزادی تھی اور حضرت عائشہ کی بہن تھی اور اس کا حضرت زبیر (جو عشرہَ بشرہ میں سے شمار ہوتا ہے) سے متعہ تھا اور اسی سے حضرت عبداللہ بن زبیر پیدا ہوئے تھے۔

نیز صحیح ترمذی میں بھی ہے کہ ایک شخص نے ابن عمر سے متعہ کے متعلق سوال کیا تو اس نے جواز کا فتویٰ دیا تو سائل نے کہا کہ تیرا باپ تو حرمت کا حکم دیتا ہے۔ اس کے جواب میں ابن عمر نے کہا کہ جس چیز کو رسول اکرمؐ نے سنت قرار دیا ہو اگر میرا باپ اس سے روکے تو کیا تم سنت رسول اللہؐ پر عمل کرو گے یا میرے باپ کا کہا مانو گے؟

پس روایات صاف بتلاتی ہیں کہ نکاح متعہ نہ کتاب سے منسوخ ہے، نہ سنت سے بلکہ حضرت عمر ہی نے اس کو حرام قرار دیا تھا اور متعہ کرنے والوں کو سنگسار کرنے کی دھمکی دی تھی۔

تفسیر میزان میں مستدرک حاکم سے مروی ہے کہ ابونضرہ کہتا ہے کہ میں نے ابن عباس کے سامنے آیت متعہ تلاوت کی تو ابن عباس نے کہا: فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ اِلٰى اَجَلٍ مُسَمًّى. راوی کہتا ہے کہ ہم تو ایسا نہیں پڑھا کرتے تو ابن عباس نے کہا: خدا کی قسم اس طرح نازل ہوئی ہے۔

غالباً مقصد یہ ہے کہ حضور اکرمؐ کے زمانے میں اس آیت کو اس تفسیر کے ساتھ پڑھا کرتے تھے اور جبرئیلؑ اس کا یہی مطلب لے کر آیا تھا۔ بہرکیف منصف مزاج انسان کے لئے تو ان روایات کے دیکھنے کے بعد کوئی شک و شبہ تک کی گنجائش نہیں رہتی کہ متعہ حضور اکرمؐ کے زمانے میں جائز اور مروج تھا اور قطعاً منسوخ نہیں ہوا تھا۔ لہذا آپ کے بعد کسی آپ کے جانشین کو حق نہیں پہنچتا کہ شریعت مقدسہ کے کسی حکم میں ترمیم یا تنسیخ کرے اور اسی بنا پر تو حضرت امیرالمومنین علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ عمر نے متعہ کو حرام نہ کیا ہوتا تو کوئی بدنصیب ہی زنا کا مرتکب ہوتا اور اس روایت کو تفسیر کبیر میں محمد بن جریر طبری کی تفسیر سے نقل کیا گیا ہے۔

حضرت عمر کی فتوحات

بادشاہ نے بحث متعہ کو ختم کر کے کسی دوسرے موضوع کو زیر بحث لانے کا حکم دے دیا تو عباسی (سنی مناظر) نے کہا: جناب والا! شیعوں کا خیال ہے کہ حضرت عمر کی کوئی فضیلت نہیں ہے حالانکہ اس نے اسلامی فتوحات میں نمایاں کردار ادا کیا؟

علوی (شیعہ مناظر) نے کہا: اس کے کئی جوابات ہیں:

۱۔ دنیا کے تمام بادشاہ اور سربراہان مملکت اپنے اپنے ممالک کی توسیع کی خاطر فتوحات کرلیا کرتے ہیں۔ اس میں فضیلت کی کون سی بات ہے؟

۲۔ اگر ہم فتوحات کو فضیلت بھی مان لیں تو کیا رسول اللہؐ کی خلافت کو غصب کرنے کا گناہ ہلکا ہو جائے گا؟ حالانکہ رسول اللہؐ نے اس کو اپنا خلیفہ نہیں بنایا تھا بلکہ خلافت کیلئے آپ نے علیؑ کو نامزد فرمایا تھا۔ مثال کے طور پر اگر آپ کسی شخص کو اپنی جانشینی کے لئے نامزد فرمائیں پھر کوئی دوسرا آدمی آ کر اس کا حق غصب کر کے اس کو تخت سے اتار کر خود تخت پر قبضہ کر لے پھر فتوحات بھی کرے اور اچھے کام بھی اس سے سرزد ہوں تو کیا آپ اسکی فتوحات اور اچھے کاموں پر خوش ہونگے یا اپنے جانشین کی برطرفی اور

معزولی اور تخت پر غاصبانہ قبضے کی وجہ سے اس پر ناراض ہونگے؟

بادشاہ نے جواب دیا کہ میں اس پر ناراض ہوں گا اور اس کی فتوحات اس کی غلطی کو نہیں دھوسکیں گی۔

علوی (شیعہ مناظر) نے کہا: پھر اسی طرح حضرت عمر نے مقام خلافت کو غصب کرلیا اور رسول اکرمؐ کی اجازت کے بغیر اس کی مسند پر قبضہ کرلیا۔

۳۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت عمر کی فتوحات میں اسلامی نقطہ نظر سے کوئی بہتری نہ تھی اس لئے ان کے نتائج مثبت نہیں بلکہ منفی تھے کیونکہ رسول اللہؐ کے جہاد حملہ آور کی حیثیت سے نہ تھے بلکہ مدافعانہ کارروائیاں تھیں۔ اس لئے لوگ جوق درجوق اسلام کے حلقے میں داخل ہوتے چلے گئے اور اسکی وجہ یہ تھی کہ لوگ اسلام کی حقیقت کو سمجھ گئے کہ یہ صلاح وسلامتی کا دین ہے لیکن جب حضرت عمر نے فوج کشی کر کے تلوار کے ذریعے لوگوں کو اسلام کے حلقہ بگوش کرنے کا پروگرام بنایا اور قہر وغلبہ سے لوگوں کو اسلام میں داخل کیا تو لوگ اسلام کو تلوار اور زور کا دین سمجھنے لگے۔ پس اسلام کی دلیل وبرہان کے لحاظ سے برتری اور اسکی صلح وآشتی کی پالیسی پردہ خفا میں روپوش ہوگئی۔ چنانچہ یہی عمل عوام الناس کا اسلام سے دشمنی کا سبب بنا۔ پس لوگ اسلام کی دشمنی پر کمر بستہ ہوگئے اور دشمنان اسلام کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا گیا۔ بنابریں حضرت عمر کی فتوحات نے اسلام کی اچھی شہرت پر بٹہ لگایا جس کی وجہ سے ان فتوحات کے نتائج معکوس ومنفی برآمد ہوئے۔

پس اگر حضرت ابوبکر وعمر وعثمان نے خلافت کے اصلی وشرعی حقدار یعنی

حضرت علی علیہ السلام سے خلافت غصب نہ کی ہوتی اور رسول اللہؐ کے بعد حضرت علی علیہ السلام کو نظام حکومت سنبھالنے کا موقعہ دیا جاتا تو یقیناً وہ رسول اللہؐ کی سیرت پر عمل پیرا ہوتے اور ان کے نقش قدم پر چل کر ان کے صحیح مشن سے لوگوں کو روشناس کراتے۔ پس لوگ جوق در جوق دین اسلام کو اپنانے میں ایک دوسرے سے سبقت کرتے۔ اسلام کا بول بالا ہوتا اور پوری روئے زمین پر بسنے والے انسان حلقہ اسلام میں داخل ہونے کی سعادت حاصل کرتے۔

اس درد آمیز بیان کے بعد سید نے گہری سرد آہ کھینچی اور اس کے دل کی گہرائیوں سے حسرت بھری ہائے نکلی۔ پس فرط غم و اندوہ سے اس نے ایک ہاتھ دوسرے پر مار کر پیغمبر اکرمؐ کے غصب خلافت کی وجہ سے اسلام پر جو مصیبت آئی اس پر اظہار افسوس کیا۔

بادشاہ نے عباسی (سنی مناظر) سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا: تمہارے پاس علوی (شیعہ مناظر) کے کلام کا کیا جواب ہے؟

عباسی (سنی مناظر) نے جواب دیا: میں نے اس سے پہلے اس قسم کا منطقی کلام کسی سے سنا ہی نہیں تھا۔

علوی (شیعہ مناظر) نے کہا: اب تو سن لیا ہے اور تیرے سامنے حق روز روشن کی طرح واضح ہو چکا ہے۔ پس اب بھی وقت ہے اپنے بنے ہوئے خلیفوں کو چھوڑ دو اور رسول اللہؐ کے نامزد خلیفہ علی بن ابی طالب علیہ السلام کے دامن سے وابستہ ہو جاؤ۔

حضرت علیؑ کی فتوحات

علوی (شیعہ مناظر) نے کہا: اے گروہ اہلسنت! تمہاری عقلوں پر تعجب سے ہنسی آتی ہے کہ تم لوگ اصل کو چھوڑ کر فرع کے پیچھے دوڑتے ہو۔

عباسی (سنی مناظر) نے کہا: وہ کیسے؟

علوی (شیعہ مناظر) نے جواب دیا: تم حضرت عمر کی فتوحات کا ذکر کرتے ہو اور علیؑ کی فتوحات کو فراموش کر دیتے ہو۔[۵۹]

عباسی (سنی مناظر) نے کہا: علیؑ کی فتوحات کون سی ہیں؟

علوی (شیعہ مناظر) نے جواب دیا: رسول اللہؐ کے اکثر و بیشتر جہادوں میں کامیابیاں علی بن ابی طالب علیہ السلام کی کدو کاوش اور ان ہی کے زور بازو کا نتیجہ ہیں۔ مثلاً بدر، احد، خندق، خیبر، حنین وغیرہ[۶۰] میں فتوحات حضرت علیؑ کی شجاعت کی مرہون منت ہیں اور یقین جانئے کہ اگر یہ فتوحات نہ ہوتیں تو نہ اسلام باقی رہتا اور نہ حضرت عمر ہوتا۔

چنانچہ حضرت پیغمبر اکرمؐ نے خود اس کا انکشاف کیا اور واشگاف الفاظ میں اس حقیقت کے چہرے سے نقاب کشائی کی۔ جنگ خندق میں جب حضرت علیؑ عمرو

بن عبدود کے مقابلے میں تشریف لے گئے۔ آپ نے فرمایا: بَرَزَ الاِیْمَانُ کُلُّهُ اِلَی الشِّرْکِ کُلِّهٖ. اَلٰهِیْ اِنْ شِئْتَ اَنْ لاَ تَعْبُدَ فَلاَ تُعْبَدُ. یعنی پورے کا پورا ایمان پورے کے پورے شرک کے مقابلے میں جارہا ہے اور دعا اس انداز سے فرمائی کہ اے اللہ! اگر تو نہیں چاہتا کہ تیری عبادت ہوتو نہ ہوگی۔ یعنی اگر علیؑ اس جنگ میں مارے گئے تو مشرکین جرأت کر کے مجھے اور تمام مسلمانوں کو قتل کردیں گے۔ پس نہ اسلام رہے گا اور نہ ایمان بچے گا اور نہ عبادت ہوگی۔ چنانچہ جب علیؑ نے عمرو بن عبدود کو واصل جہنم کر کے حضور اکرمؐ کو فتح مندی سے سلام کیا تو آپ نے خوش ہو کر فرمایا: ضَرْبَةُ عَلِیٍّ یَوْمَ الْخَنْدَقِ اَفْضَلُ مِنْ عِبَادَةِ الثَّقَلَیْن. یعنی علیؑ ایک ضرب ثقلین یعنی جن و انس کی عبادت سے افضل ہے۔ (کیونکہ علیؑ کی ضرب سے ہی اسلام بچا اور جن و انس کی عبادت کو بقا ملی۔[1])

پس یہ کہنا بجا ہے کہ اسلام محمدی الوجود ہے اور علوی البقاء۔

جب علوی (شیعہ مناظر) نے حضرت عمر کی فضیلت کی قلعی کھول دی تو عباسی یعنی سنی مناظر کے لئے شیعہ مناظر کے دلائل کو تسلیم کرنے کے بغیر اور کوئی چارہ نہ تھا۔

۱۔ نہایۃ العقول اللزاری، ص۱۰۴۔ مستدرک حاکم، ج۳، ص۳۲۔ تاریخ بغداد، ج۳، ص۱۹۔ تلخیص المستدرک للذہبی، ج۳، ص۳۲۔ ارجح المطالب، ص۴۸۱۔

حضرت ابوبکر کے کارنامے

پس عباسی (سنی مناظر) نے نہایت مایوسانہ انداز میں کہا: اچھا چلو اگر ہم تمہارے قول کے مطابق مان لیں کہ حضرت عمر غاصب اور خطا کار تھے اور انہوں نے اسلامیات میں تغیر و تبدل کیا تو حضرت ابوبکر کو تم کیوں نہیں مانتے؟

علوی (شیعہ مناظر) نے جواب دیا: ہمارے پاس اس کے کئی وجوہ ہیں میں صرف دو کا ذکر کرتا ہوں۔

۱۔ ابوبکر کو اچھا نہ سمجھنے کی پہلی وجہ یہ ہے کہ اس نے رسول اللہؐ کی شہزادی جناب فاطمہ زہراؑ (جن کا لقب سیدة النساء العالمین) ہے سے بدسلوکی کی اور ان پر ظلم کیا۔ [۶۱]

۲۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اس نے خالد بن ولید زانی پر شرعی حد کو جاری نہ کیا۔

خالد بن ولید زانی تھا اور
صحابی رسول مالک بن نویرہؓ کا قاتل

بادشاہ نے ازراہ تعجب پوچھا: کیا خالد بن ولید زنا کا مرتکب اور مجرم تھا؟

علوی (شیعہ مناظر) نے جواب دیا: جی ہاں۔

بادشاہ نے کہا: وہ کیسے؟

علوی (شیعہ مناظر) نے جواب دیا: حضور والا! رسول اللہؐ کا ایک جلیل القدر صحابی تھا جس کا نام مالک بن نویرہؓ تھا۔ حضور اکرمؐ نے اس کو جنت کی بشارت بھی دی تھی۔ ابوبکر نے اقتدار سنبھالنے کے بعد خالد بن ولید کو بھیجا کہ مالک اور اس کی قوم کو قتل کردے۔

مالک بن نویرہؓ کا ڈیرہ شہر مدینہ سے باہر تھا۔ جب خالد وہاں پہنچا چونکہ خالد ایک مختصر سی فوج اپنے ہمراہ لے گیا تھا، جب مالک نے خالد کو آتے دیکھا تو اس نے بھی اپنی قوم کو اسلحہ سے لیس ہونے کا حکم دے دیا۔ چنانچہ انہوں نے بھی ہتھیار سنبھال لئے۔

خالد نے چال چلی اور اللہ کی جھوٹی قسم کھا کر مالک کو یقین دلایا کہ تمہارے حق میں ہماری نیت خراب نہیں ہے اور نہ ہم تم سے لڑنے آئے ہیں بلکہ ہم آج رات تمہارے مہمان رہیں گے۔ چنانچہ مالک مطمئن ہوگیا اور اس نے اپنی قوم کو ہتھیار اتارنے کا حکم دے دیا۔

جب نماز کا وقت آیا تو خالد نے اچانک ان پر حملہ کر کے ان کو گرفتار کرلیا پھر سب کو قتل کردیا اور جب خالد نے مالک کی بیوی کو دیکھا تو وہ چونکہ حسینہ تھی، پس اسی رات اس کے ساتھ زنا کیا۔

اس ظالم خالد نے مالک اور اس کی قوم کے دوسرداروں کے سر چولہے کی اینٹوں کی جگہ رکھ کراوپر دیگ چڑھادی اور اس زنا کا ولیمہ تیار کیا اور خود بھی کھایا اور فوج کو بھی کھلایا۔

جب خالد واپس مدینہ میں پہنچا تو اس کی خبر پہلے ہی زبان زدعوام ہوچکی تھی۔ حضرت عمر نے چاہا کہ اس سے مومنوں کے قتل کا قصاص لیا جائے اور اس پر زنا کی حد بھی جاری کردی جائے لیکن حضرت ابوبکر نے سختی سے اس کارروائی کو روک دیا۔ پس ایک طرف مومنوں کے قتل کا قصاص معطل کردیا اور دوسری طرف اللہ کی حدود میں سے ایک حد کو ساقط کردیا۔

سیف اللہ کے لقب کی حقیقت

بادشاہ نے وزیر سے پوچھا: یہ جوعلوی (شیعہ مناظر) نے حضرت ابوبکر اور خالد کے متعلق بیان دیا ہے کیا یہ صحیح ہے؟

وزیر نے جواب دیا: مورخین نے ایسا ہی ذکر کیا ہے۔ [1] ۶۲

بادشاہ نے کہا: پھر لوگ خالد کو سیف اللہ کیوں کہتے ہیں؟

علوی (شیعہ مناظر) نے کہا: سیف اللہ نہیں، سیف الشیطان تھا لیکن چونکہ علیؑ کا دشمن تھا اور جناب فاطمہؑ کے گھر کو جلانے کی کارروائی میں حضرت عمر کے ساتھ شریک تھا اس لئے دشمنان علیؑ نے اس کو سیف اللہ کا لقب دے دیا۔

۱۔ تاریخ ابوالفداء، ج۱، ص۱۵۸۔ تاریخ طبری، ج ۳، ص۲۴۱۔ تاریخ ابن اثیر، ج ۳، ص۱۴۹۔ تاریخ ابن عساکر، ج ۵، ص۱۰۵۔ تاریخ ابن کبیر، ج ۶، ص۳۲۱ وغیرہا۔ (ناشر)

ایمان ابوطالبؑ

بادشاہ نے پوچھا: کیا اہلسنت علیؑ کے دشمن ہیں؟

علوی (شیعہ مناظر) نے جواب دیا: اگر دشمن نہیں تو علیؑ کے غاصبین کی مدح سرائی کیوں کرتے ہیں اور ان کے دشمنوں سے محبت کیوں کرتے ہیں؟ اور علیؑ کے فضائل اور مناقب کا انکار کیوں کرتے ہیں؟ حتیٰ کہ ان کے کینے اور دشمنی کی یہ حالت ہے کہ حضرت علیؑ کے والد ماجد محسن اسلام جناب ابوطالبؑ کو بھی کافر سمجھتے ہیں اور جناب ابوطالبؑ کی پختگی ایمان کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے نہایت ناساز حالات میں اسلام کی نصرت کی اور حضور اکرمؐ کی نہایت کٹھن و مشکل منازل میں پاسبانی و حفاظت کا فریضہ ادا کیا۔

بادشاہ نے ازراہ استعجاب سوال کیا کہ کیا ابوطالبؑ اسلام لائے تھے؟

علوی (شیعہ مناظر) نے جواب دیا: وہ کافر کب تھے کہ اسلام لاتے؟ بے شک وہ مومن تھے لیکن کفار سے اپنے ایمان کو مخفی رکھتے تھے کیونکہ وقتی مصلحت کا تقاضا یہی تھا اور جب حضور اکرمؐ مبعوث برسالت ہوئے تو انہوں نے اسلام کا اظہار کیا اور وہ ثالث المسلمین تھے۔ یعنی اسلام میں ان کا نمبر تیسرا تھا۔ پہلا نمبر علیؑ کا،

دوسرا نمبر جناب خدیجہ ام المومنینؓ کا اور تیسرا نمبر جناب ابوطالبؑ کا تھا۔[۶۳]

بادشاہ نے پھر وزیر سے پوچھا: کیا علوی ابوطالبؑ کے متعلق صحیح کہہ رہا ہے؟

تو وزیر نے جواب دیا کہ بعض مورخین نے ایسا ہی ذکر کیا ہے۔

بادشاہ نے دریافت کیا کہ اہلسنت کے درمیان یہ کیوں مشہور ہے کہ ابوطالبؑ کی موت کفر پر ہوئی؟

علوی (شیعہ مناظر) نے جواب دیا: ابوطالبؑ کا بڑا قصور یہ ہے کہ وہ امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کے والد ماجد ہیں۔ پس علیؑ سے دشمنی کی بھڑاس انہوں نے حضرت علیؑ کے باپ کو کافر کہہ کر نکال لی۔ جس طرح دوسری طرف حضرت علیؑ کی دشمنی کے نتیجے میں ان کے دونوں فرزندوں حسنؑ و حسینؑ کو (جو جوانان جنت کے سردار تھے) شہید کر ڈالا۔ یہاں تک کہ وہ اہلسنت جو کربلا میں امام حسینؑ کے قتل کے لئے حاضر ہوئے تھے انہوں نے صاف کہہ دیا تھا کہ ہم تیرے باپ کی دشمنی کی وجہ سے تمہارے ساتھ لڑ رہے ہیں اور جو تیرے باپ نے بدر وحنین میں ہمارے بزرگوں سے سلوک کیا تھا ہم تمہیں اس کا بدلہ دے رہے ہیں۔[۱]

بادشاہ نے وزیر سے پوچھا: کیا قاتلین حسین نے یہ الفاظ کہے تھے؟

وزیر نے کہا: مورخین نے ایسا ہی نقل کیا ہے۔

۱۔ مستدرک حاکم، ج۲، ص۶۲۳۔ شرح ابن ابی الحدید، ج۳، ص۳۱۳۔ تاریخ ابن کثیر، ج۳، ص۸۷۔ قسطلانی شرح بخاری، ج۲، ص۲۲۷۔ سیرت حلبیہ، ج۱، ص۱۲۵۔ (ناشر)

خالد بن ولید کا جرم نا قابل معافی ہے

بادشاہ نے عباسی (سنی مناظر) کو مخاطب کر کے کہا: خالد بن ولید کے واقعہ کا تمہارے پاس کیا جواب ہے؟

عباسی نے جواب دیا: ابوبکر کے نزدیک مصلحت اسی میں تھی۔

علوی (شیعہ مناظر) نے کہا: سبحان اللہ! یہ کون سی مصلحت ہے کہ خالد[۶۴] بے گناہ لوگوں کو قتل کر کے ان کی عورتوں کے ساتھ زنا کرے پھر نہ اس سے قصاص لیا جائے اور نہ ان پر حد کو جاری کیا جائے بلکہ اسے بدکردار شخص کی الٹا حوصلہ افزائی کی جائے اور اسے اسلامی افواج کی قیادت بھی سونپ دی جائے اور اسے سیف اللہ کا عظیم خطاب بھی عنایت کیا جائے۔ کیا سیف اللہ کا کام کافروں کو قتل کرنا ہے یا مومنوں کی خونریزی؟ اور کیا سیف اللہ کا کام مومنین کے ناموس کی حفاظت کرنا ہے یا مومنوں کی عورتوں کے ساتھ زنا کرنا؟

عباسی (سنی مناظر) نے جواب دیا کہ بالفرض اگر ابوبکر نے غلطی کی تھی تو حضرت عمر نے اس کا تدارک بھی تو کیا تھا۔

علوی (شیعہ مناظر) نے کہا: تدارک تو یہ تھا کہ خالد پر زنا کی حد لگائی جاتی اور بے گناہ مقتول مومنوں کے بدلے میں اسے قتل کردیا جاتا لیکن حضرت عمر نے ایسا نہیں کیا۔ لہذا وہ حضرت ابوبکر کی طرح غلطی پر ہی رہا۔

جناب بتول معظمہؑ بنت رسول اللہؐ پر ظلم

بادشاہ نے ان کی باتوں سے اعراض کرتے ہوئے سید (شیعہ مناظر) کو مخاطب کر کے کہا: آپ نے ابتدائے کلام میں ذکر کیا تھا کہ حضرت ابوبکر نے جناب فاطمہؑ بنت رسول اللہؐ سے بدسلوکی کی تھی اور اس پر ظلم کیا تھا۔ آپ اس بدسلوکی اور ظلم کی نشاندہی کریں؟

سید (شیعہ مناظر) نے کہا: جب حضرت ابوبکر نے لوگوں سے اپنے لئے بیعت لے لی جو صرف دھونس و دھاندلی اور طاقت کے استعمال سے انجام پذیر ہوئی تو اس نے حضرت عمر، قنفذ، خالد بن ولید اور ابوعبیدہ جراح وغیرہ کو حضرت علیؑ و حضرت فاطمہؑ کے گھر بھیجا اور حضرت عمر نے دروازۂ فاطمہؑ پر لکڑیاں بھی جمع کروالیں اور دروازہ کو نذر آتش بھی کر دیا۔[۶۵] (حالانکہ کئی دفعہ اس دروازے پر رسول اللہؐ پہنچ کر رک جاتے تھے اور کہا کرتے تھے: اَلسَّلامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ الْبَیْتَ النُّبُوَّۃَ.[۶۶] اور دروازے کے اندر اجازت کے بغیر قدم نہیں رکھتے تھے)۔

جب جناب فاطمہؑ دروازے کے پیچھے حضرت عمر اور اس کے رفقاء کار کو روکنے کے لئے آئیں تو حضرت عمر نے دروازہ کو دھکیل کر در اور دیوار کے درمیان

حضرت فاطمہؑ کو ایسا صدمہ پہنچایا کہ جناب محسن شہید ہو گئے اور دروازہ کی ایک میخ ان کے سینے میں چبھ گئی اور ان کی ایک چیخ نکلی: يَا اَبَتَاهُ يَارَسُوْلَ اللّٰهُ اُنْظُرْ مَاذَا لَقِيْنَا بَعْدَكَ مِنِ ابْنِ الْخَطَّابِ وَابْنِ اَبِىْ قَحَافَةَ. اے اباجان! اے رسول اللہؐ! دیکھئے تیرے بعد ابن خطاب اور ابن ابی قحافہ نے ہمارے ساتھ کیا سلوک کیا ہے؟

پس حضرت عمر نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ حضرت فاطمہؑ کو مارو۔ چنانچہ رسول اللہؐ کی پیاری بیٹی پر تازیانے اٹھائے گئے حتیٰ کہ رسول اللہؐ کی لخت جگر کے جسم سے خون جاری ہو گیا۔ در و دیوار کے درمیان پھنس جانے کا صدمہ اور تازیانوں کی تکلیف بی بی کیلئے جان لیوا ثابت ہوئی۔ چنانچہ آپ سخت بیمار ہو گئیں اور اپنے باپ کے چند دن بعد دنیا سے رخصت ہو گئیں۔ لہذا جناب فاطمہؑ کی موت شہادت کی موت تھی اور حضرت عمر بن خطاب ہی جناب فاطمہؑ کے قتل کا موجب تھا۔

بادشاہ نے وزیر سے سوال کیا کہ کیا علوی کی بات صحیح ہے؟

وزیر نے جواب دیا: میں نے بھی تاریخ میں ایسا ہی پڑھا ہے۔[1]

علوی (شیعہ مناظر) نے کہا یہی وجہ ہے کہ شیعہ لوگ حضرت ابوبکر و عمر کو اچھا نہیں سمجھتے۔

علوی نے مزید کہا: حضرت ابوبکر و عمر سے اس غلطی کے سرزد ہونے پر دلیل موجود ہے کہ مورخین نے بیان کیا ہے کہ جناب فاطمہؑ، حضرت ابوبکر و عمر دونوں سے ناراض ہو کر دنیا سے گئیں۔[67] حالانکہ رسول اللہؐ سے کافی احادیث

ا۔ یہ واقعہ کتاب سقیفہ لابی بکر الجوہری، الامامت و السیاست لابن قتیبہ دینوری اور شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید، ج ۲، ص ۱۹ پر مذکور ہے۔ (ناشر)

ہم نے مقدمہ تفسیر انوار النجف اور امامت و ملوکیت میں اس کی تشریح کی ہے۔ (مترجم)

منقول ہیں جن کا مضمون یہ ہے: اِنَّ اللّٰهَ یَرْضٰی لِرَضَا فَاطِمَه وَ یَغْضِبُ لِغَضَبِهَا.
یعنی اللہ فاطمہؑ کی رضا سے راضی ہوتا اور فاطمہؑ کی ناراضگی سے ناراض ہوتا ہے۔

بادشاہ سلامت! آپ خود جانتے ہیں جس پر اللہ غضبناک ہو اس کا انجام کیا ہوگا؟

بادشاہ نے پھر وزیر سے دریافت کیا کہ کیا یہ حدیث صحیح ہے اور کیا یہ بھی صحیح ہے کہ جناب فاطمہؑ، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر دونوں پر ناراض ہو کر دنیا سے رخصت ہوئیں؟

وزیر نے جواب دیا کہ بے شک کتب احادیث و تاریخ میں ایسا ہی منقول ہے۔ [۱] [۶۸]

علوی نے کہا: جناب! میری بات کی حقیقت اور درستی پر یہ امر شاہد ہے کہ جناب فاطمہؑ نے حضرت علیؑ کو وصیت فرمائی تھی کہ حضرت ابوبکر و عمر اور مجھ پر تمام ظلم کرنے والوں کو میرے جنازے میں شریک نہ کرنا، نہ وہ میری نماز جنازہ میں شریک ہوں اور نہ تشییع جنازہ میں شامل ہوں اور میری قبر کا نشان بھی مٹا دینا تا کہ وہ میری قبر پر بھی حاضر نہ ہوں۔ چنانچہ حضرت علیؑ نے ان تمام وصیتوں کو پورا کیا۔

بادشاہ نے متعجب ہو کر کہا کہ کیا یہ بات علیؑ و بتولؑ سے صادر ہوئی تھی؟

وزیر نے جواب دیا: بے شک مورخین نے ایسا ہی لکھا ہے۔ [۶۹]

۱۔ بخاری شریف کی کتاب الخمس، باب غزوۂ خیبر اور کتاب الفرائض میں یہ حدیث موجود ہے۔ صحیح ترمذی، ج ا باب ماجاء من ترکۃ رسول اللّٰہ۔ مستدرک، ج ۳، ص ۱۵۳۔ میزان الاعتدال، ج ۲، ص ۷۲۔ کنز العمال، ج ۶، ص ۲۱۹ وغیرہ (ناشر)

الامامت والسیاست ابن قتیبہ دینوری میں بھی موجود ہے۔ (ترجم)

مسئلہ فدک

علوی (شیعہ مناظر) نے کہا: حضرت ابوبکر و عمر نے جناب فاطمہؑ کو ایک اور اذیت بھی پہنچائی تھی۔

عباسی (سنی مناظر) نے کہا: وہ کون سی اذیت ہے؟

علوی (شیعہ مناظر) نے کہا: انہوں نے جناب فاطمہؑ سے فدک غصب کیا تھا جو بی بی کی ذاتی ملکیت تھا۔

عباسی (سنی مناظر) نے کہا: اس کی دلیل بیان کیجئے۔

علوی (شیعہ مناظر) نے کہا: اہل تاریخ نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہؐ نے فدک[1] کی جاگیر جناب فاطمہؑ کو دی تھی۔ پس یہ جائیداد جناب رسول اللہؐ کے زمانے میں جناب فاطمہؑ کے قبضہ میں تھی۔ جب رسول اللہؐ کی وفات ہوئی تو حضرت ابوبکر و عمر نے جناب فاطمہؑ کے کارندوں کو طاقت اقتدار کے بل بوتے پر نکال دیا اور جائیداد کو سرکاری تحویل میں لے لیا۔ جناب فاطمہؑ نے احتجاج کے طور پر آواز

۱۔ یہ جائیداد مدینہ اور خیبر کے درمیان واقع تھی جو بحکم پروردگار بطور انفال رسول اللہؐ کی ملکیت تھی اور آپ نے اپنی حین حیات جناب فاطمہؑ کو بخش دی تھی۔ (مترجم)

اٹھائی لیکن اس آواز کو دبا دیا گیا اور یہی وجہ تھی کہ جناب فاطمہؑ نے مرتے دم تک ان سے کلام نہ کیا اور ان دونوں پر غضبناک ہو کر دنیا سے رخصت ہوئیں۔

عباسی (سنی مناظر) نے جواب دیا کہ عمر بن عبدالعزیز نے اپنے دور حکومت میں اولاد حضرت فاطمہ زہراؑ پر اسے واپس کر دیا تھا۔[۲]

علوی (شیعہ مناظر) نے کہا: اس کا حضرت ابوبکر و عمر کو کیا فائدہ پہنچے گا؟ مثال کے طور پر اگر کوئی تیرا گھر چھین لے اور تجھے بے گھر کر دے، پھر تیری موت کے بعد کوئی دوسرا آدمی آئے جو تیری اولاد کو وہی گھر واپس دلوا دے تو کیا تجھ سے غصب کرنے والے کو نظر انداز کیا جائے گا؟

بادشاہ نے کہا: شیعہ اور سنی مناظرین دونوں کے کلام سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ حضرت ابوبکر و عمر کے فدک غصب کرنے پر دونوں کا اتفاق ہے۔

عباسی نے کہا: بے شک تاریخ کا یہی فیصلہ ہے۔[۱]

۱۔ اس کو ھیثمی نے مجمع میں ج۹، ص۳۹ پر ذکر کیا ہے۔ الامامۃ والسیاسۃ دینوری اور شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید میں بھی موجود ہے۔ (ناشر)

جاگیر فدک کی ضبطی

بادشاہ نے دریافت کیا کہ انہوں نے ایسا کرنے کی جرأت کیوں کی تھی؟

علوی (شیعہ مناظر) نے جواب دیا چونکہ انہوں نے حضرت علیؑ سے خلافت غصب کرلی تھی اور انہیں معلوم تھا کہ اگر جاگیر فدک ان کے پاس رہی تو وہ اس کی کثیر آمدنی کو غرباء پر تقسیم کریں گے تو لوگوں کے دل ان کی طرف ہو جائیں گے اور یہ چیز حکومت کے مفاد میں نہ تھی۔

پس فدک کا حضرت علیؑ و فاطمہؑ کے پاس رہنا حضرت ابوبکر و عمر دونوں کو پسند نہیں تھا۔[1]

۱۔ فدک کی آمدنی اس وقت ایک لاکھ بیس ہزار دینار کے لگ بھگ تھی۔ (ناشر)

رسول اللہؐ کے بارہ ۱۲ خلفاء

بادشاہ نے کہا: اگر یہ باتیں صحیح ہیں تو یقیناً ان کی خلافت باطل ہے لیکن پھر رسول اللہؐ کا خلیفہ کون ہوگا؟

علوی (شیعہ مناظر) نے جواب دیا: خداوند کریم کے امر کے مطابق رسول اللہؐ نے اپنے بعد کے لئے خلفاء نامزد کر دیئے تھے اور فرمایا تھا کہ میرے خلفاء میرے بعد بارہ ہوں گے۔[۴۳] جس طرح بنی اسرائیل کے نقیب بارہ تھے اور وہ سارے قریش سے ہوں گے۔

بادشاہ نے وزیر سے پوچھا: یہ درست ہے، کیا حضور اکرمؐ نے ایسا فرمایا تھا؟

وزیر نے جوا دیا: ہاں۔

بادشاہ نے پوچھا: وہ بارہ کون کون ہیں؟

عباسی (سنی مناظر) نے جواب دیا: چار تو مشہور ہیں: حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علیؑ۔

بادشاہ نے کہا: باقی کون کون ہیں؟

عباسی (سنی مناظر) نے کہا: ان میں علماء کے درمیان اختلاف ہے۔

عباسی (سنی مناظر) کے لئے چپ کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ وہ چپ ہوگیا۔

سید (شیعہ مناظر) بولا: بادشاہ سلامت! میں ان کے نام گنواتا ہوں جیسا کہ اہلسنت کی کتابوں میں موجود ہے اور وہ یہ ہیں:

(۱) حضرت علی علیہ السلام | (۲) حضرت حسن علیہ السلام

(۳) حضرت حسین علیہ السلام | (۴) حضرت علی (سجاد) علیہ السلام

(۵) حضرت محمد (باقر) علیہ السلام | (۶) حضرت جعفر (صادق) علیہ السلام

(۷) حضرت موسیٰ (کاظم) علیہ السلام | (۸) حضرت علی (رضا) علیہ السلام

(۹) حضرت محمد (تقی) علیہ السلام | (۱۰) حضرت علی (نقی) علیہ السلام

(۱۱) حضرت حسن (عسکری) علیہ السلام | (۱۲) حضرت مہدی علیہ السلام

اس پر علماء اہلسنت کی کتابوں میں سے بیسیوں روایات موجود ہیں۔[۱]

سنیوں کے بارہ خلفاء

ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ مطبوعہ قاہرہ (مصر) ص۲۰ پر ذکر کیا ہے کہ رسول اللہؐ کے بارہ خلفاء یہ ہیں: خلفائے اربعہ، معاویہ، یزید، عبدالملک ابن مروان اور اس کے چار بیٹے ولید، سلیمان، یزید، ہشام اور عمر بن عبدالعزیز نیز تاریخ الخلفاء میں علامہ سیوطی نے بھی بارہ خلفاء والی حدیث کی یہی تفصیل بیان کی ہے اور ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر مطبوعہ دہلی، ص۸۴ پر بارہ امام انہی کو بیان کیا ہے یعنی حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، معاویہ، یزید، عبدالملک ابن مراون اور اسکے چار بیٹے یزید، سلیمان، ہشام، ولید اور ان کے درمیان عمر بن عبدالعزیز۔

۱۔ فرائد السمطین، ج۴۔ تذکرہ سبط بن الجوزی، ص۳۷۸۔ ینابیع المودۃ، ص۴۴۲۔ اربعین حافظ ابو محمد بن الفوارس۔ مقتل ابوالموید۔ منہاج الفاضلین، ص۲۳۹۔ درر السمطین اور دیگر کتب میں یہ روایت درج ہے۔ (ناشر)

حضرت امام مہدیؑ کی غیبت پر اعتراض

عباسی (سنی مناظر) کو پھر بولنے کا موقع ملا: بادشاہ سلامت! شیعہ کہتے ہیں کہ حضرت امام مہدیؑ ابھی تک زندہ ہیں اور ۲۵۵ھ کے بعد سے اب تک وہ دنیا میں موجود ہیں۔ کیا اس بات کو عقل تسلیم کرسکتی ہے؟ اور شیعہ یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ آخری زمانے میں ظہور کریں گے اور دنیا کو ظلم و جور کے بعد عدل و انصاف سے پر کردیں گے۔[۴۷]

بادشاہ نے علوی سے دریافت کیا کہ کیا آپ لوگوں کا یہی عقیدہ ہے؟

علوی (شیعہ مناظر) نے جواب دیا: حضور والا! بے شک یہی عقیدہ صحیح ہے کیونکہ رسول اللہؐ نے فرمایا ہے اور شیعہ وسنی تمام راویوں نے نقل کیا ہے۔

بادشاہ نے کہا: اس قدر طویل مدت تک ایک آدمی کیسے زندہ رہ سکتا ہے؟

علوی (شیعہ مناظر) نے جواب دیا: ابھی تک امام مہدیؑ کی غیبت سے ایک ہزار سال نہیں گزرا (یعنی زمان مناظرہ تک لیکن آج جبکہ ۱۴۰۱ھ ہے تو آپ کی عمر مبارک ایک ہزار ایک سو چھیالیس برس بنتی ہے)۔ خداوند کریم حضرت نوحؑ کے

متعلق فرماتا ہے کہ وہ اپنی قوم میں پچاس کم ایک ہزار برس رہے تو کیا اللہ اتنی لمبی مدت تک زندہ رکھنے سے عاجز ہے؟ کیا اللہ موت و حیات پر قادر نہیں؟ حالانکہ وہ ''عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ'' ہے اور جب رسول اللہؐ (جو صادق و مصدق) ہے کا فرمان ہے تو اس میں شک کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

بادشاہ نے وزیر سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ کیا سید کے قول کے مطابق رسول اللہؐ نے مہدیؑ کی آمد کی خبر دی تھی؟

وزیر نے جواب دیا: ہاں۔[1] ۷۵

بادشاہ نے عباسی (سنی مناظر) کو مخاطب کر کے کہا: جب یہ حقائق ہماری اہلسنت کی کتابوں میں موجود ہیں تو تُو نے پہلے ان کا انکار کیوں کیا؟

عباسی (سنی مناظر) نے جواب دیا: میں نے ان حقائق کا اس لئے انکار کیا ہے کہ لوگوں کا عقیدہ کمزور نہ ہو اور ان کے دل شیعوں کی طرف مائل نہ ہو جائیں۔

علوی (شیعہ مناظر) نے فوراً کہا: جناب عباسی صاحب! آپ خداوند کریم کے اس فرمان کے مصداق ہو رہے ہیں: اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَا اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَالْھُدٰی مِنْ بَعْدِ مَا بَیَّنَاہُ لِلنَّاسِ فِی الْکِتَابِ اُولٰئِکَ یَلْعَنُھُمُ اللّٰہُ وَیَلْعَنُھُمُ اللَّاعِنُوْنَ ۝ یعنی جو لوگ چھپاتے ہیں اس کو جو ہم نے نازل کیں واضح دلیلیں اور ہدایت بعد اس کے کہ لوگوں کے لئے ہم بیان کر چکے

۱۔ الملاحم والفتن، باب ۱۹۔ عقد الدرر، حدیث ۲۶۔ ینابیع المودۃ، ص ۴۹۱۔ تذکرۃ الخواص، باب ۶۔ حلیۃ الاولیاء۔ ارجح المطالب، ص ۳۷۸۔ ذخائر العقبیٰ للشافعی وغیرہ کتب میں ملاحظہ ہوں۔ (ناشر)

کتاب، تو ایسے لوگوں پر اللہ لعنت کرتا ہے اور لعنت کرنے والے بھی لعنت کرتے ہیں۔ (سورۂ بقرہ: آیت ۱۵۹) [۷۶]

پس عباسی صاحب! یہ لعنت آپ کو اپنے دائرے میں لیتی ہے۔

پھر علوی نے کہا: بادشاہ سلامت! میں عباسی سے سوال کرتا ہوں کہ کیا عالم پر فرمان خدا اور قول رسولؐ کی حفاظت واجب ہے یا عوام کے اس عقیدے کی حفاظت ضروری ہے جو کتاب و سنت کے مخالف ہو؟

عباسی نے جواب دیا: میں عوام کے عقائد کی نگہداری کرتا ہوں تاکہ ان کے دل شیعوں کی طرف مائل نہ ہو جائیں کیونکہ شیعہ بدعتی لوگ ہیں۔

حضرت عمر کی بدعات

علوی (شیعہ مناظر) نے کہا: کتب معتبرہ سے ثابت ہے کہ تمہارے امام جناب حضرت عمر نے بدعتوں کا دروازہ کھولا [۷] چنانچہ اسے علم تھا کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کے نزدیک نافلہ نماز میں جماعت ناجائز ہے تاہم ماہ رمضان کے نافلہ تراویح [۱] میں نماز باجماعت کو رائج کیا اور ساتھ یہ بھی کہا: نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ یعنی یہ اچھی بدعت ہے [۸] تو حضرت عمر کی بدعت خدا و رسولؐ کے حکم کی صریح خلاف ورزی ہے۔

- اذان میں حَیَّ عَلٰی خَیْرِ الْعَمَل [۹] کو ساقط کر کے اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْم کا اضافہ حضرت عمر کی بدعات میں سے ہے۔ [۲] [۸۰]

۱۔ صحیح بخاری میں باب صلوٰۃ التراویح میں ہے اور صواعق محرقہ میں بھی ہے۔ قسطلانی نے کتاب ارشاد الساری فی شرح صحیح بخاری، ج ۵، ص ۴ پر حضرت عمر کے قول نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ کا ذکر کیا ہے کہ حضرت عمر نے اس کو بدعت اس لئے کہا ہے کہ نہ تو اس کو رسول اللہؐ نے سنت قرار دیا اور نہ یہ ابوبکر کے زمانے میں رائج تھیں، نہ کہیں اول شب کے ساتھ اس کی تخصیص ملتی ہے اور نہ یہ عدد یعنی ۲۰ رکعت کی تعیین کہیں موجود ہے۔ (ناشر)

اس لئے وقت، عدد اور جماعت ہر لحاظ سے یہ بدعت ہے۔ (مترجم)

۲۔ قوشجی جو اکابر علماء اہلسنت میں سے ہے نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عمر فرماتے ہیں:

تین چیزیں رسول اللہؐ کے زمانے میں تھیں لیکن میں نے انہیں حرام قرار دیا ہے۔ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

○ مولفۃ القلوب کے سہم کو خدا و رسولؐ کے حکم سے سرتابی کرتے ہوئے ختم کردینا[81] حضرت عمر کی بدعات میں سے ہے۔

○ خدا و رسولؐ کے حکم کے خلاف **متعۃ الحج** کو ممنوع قرار دینا حضرت عمر کی بدعات میں سے ہے۔

○ خدا و رسولؐ کے حکم سے انحراف کرتے ہوئے **متعۃ النساء** کو حرام قرار[82] دینا حضرت عمر کی بدعات میں سے ہے۔

○ اسی طرح مجرم زانی خالد بن ولید سے حد زنا کو ٹال دینا یا قصاص کو معطل کرنا خلاف حکم خدا و رسولؐ، حضرت عمر کی بدعات میں سے ہے۔

تو جو لوگ حضرت عمر کی پیروی کرتے ہیں وہ ان بدعات کے مرتکب ہیں تو عباسی صاحب! اب فرمایئے بدعتی آپ لوگ ہیں یا شیعہ؟

بادشاہ نے پھر وزیر سے دریافت کیا کہ دین میں حضرت عمر کی بدعات جو علوی (شیعہ مناظر) نے ذکر کی ہیں کیا یہ درست ہیں؟

وزیر نے جواب دیا: کتابوں میں تو ایسا ہی مذکور ہے۔

بادشاہ نے کہا: پھر ہم ایسے شخص کی پیروی کیوں کریں جو بدعات کا مروج ہو؟

(گزشتہ سے پیوستہ)

لہذا ان سے روکتا ہوں اور ان کے مرتکب کو مجرم قرار دے کر سزا بھی دوں گا: (۱) **متعۃ النساء** ۔ (۲) **متعۃ الحج** ۔ (۳) **حیَّ علی خیرِ العَمل** ۔ اور موطاء میں امام مالک نے ذکر کیا ہے کہ ایک دن مؤذن حضرت عمر کو نماز صبح کی اطلاع دینے آیا اس نے دیکھا کہ آپ سوئے ہوئے ہیں تو اس نے کہا: **اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِنَ النَّوم** یعنی نماز نیند سے بہتر ہے، تو حضرت عمر نے اسے حکم دے دیا کہ اس فقرے کو صبح کی اذان میں داخل کردو۔ ہماری سمجھ سے یہ بات بالاتر ہے کہ کیا حضرت عمر کو اپنی ذاتی پسند اور خواہش نفس سے اذان میں کمی وبیشی کرنے کا حق حاصل ہے۔ (حالانکہ یہ خالص دینی مسئلہ ہے)۔ (ناشر)

علوی (شیعہ مناظر) نے فوراً کہا: ایسے شخص کی اطاعت کرنا حرام ہے کیونکہ رسول اللہؐ نے فرمایا ہے: کُلُّ بِدْعَةٍ ضَلاَلَةٌ وَکُلُّ ضَلاَلَةٍ فِی النَّارِ. [۸۳] یعنی ہر بدعت گمراہی اور ہر گمراہی کی بازگشت جہنم ہے۔ پس جو لوگ یہ جانتے ہوئے بھی حضرت عمر کی بدعات پر عمل کریں گے وہ یقیناً جہنمی ہوں گے۔

قول مترجم

بدعات کو جاری کرنے والے صحابہ کا حشر

صحیح بخاری ترجمہ مرزا حیرت دہلوی، حدیث ۱۷۲۸:

ابن عباسؓ سے اسی حدیث کے ذیل میں مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ سب سے پہلے حضرت ابراہیمؑ کو کپڑے پہنائے جائیں گے اور ہوشیار رہو کہ چند آدمی میری امت کے لائے جائیں گے اور فرشتے ان کو دوزخ کی طرف لے جائیں گے۔ اس وقت میں کہوں گا کہ اے رب! یہ تو میرے صحابی ہیں۔ اللہ کی جانب سے ندا آئے گی تو نہیں جانتا، انہوں نے تیرے بعد کیا کیا؟ یہاں تک کہ فرمایا: پھر اللہ کی طرف سے ندا آئے گی کہ یہ لوگ تیرے (محمدؐ کے) جدا ہونے کے بعد ہی مرتد ہو گئے تھے۔

ترجمہ بخاری مرزا حیرت دہلوی، جلد۳، حدیث ۱۹۳۲:

عبداللہ (ابن مسعود) سے روایت ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے فرمایا کہ میں حوض کوثر پر تمہارا پیش خیمہ ہوں گا اور تم میں سے چند لوگ میرے سامنے لائے جائیں گے۔ یہاں تک کہ جب میں ان کو (کوثر کا پیالہ) دینا چاہوں گا تو وہ لوگ میرے پاس سے کھینچ لئے جائیں گے۔ میں عرض کروں گا کہ اے پروردگار! (یہ لوگ تو) میرے اصحاب ہیں۔ خدا تعالیٰ فرمائے گا: تم نہیں جانتے کہ انہوں نے تیرے بعد کیا کیا بدعتیں کی ہین۔ (انتہی)

عباسی (سنی مناظر) نے کہا: مذاہب کے ائمہ نے فعل عمر کی توثیق کر دی ہے لہذا صحیح ہے۔

علوی (شیعہ مناظر) یہ پھر ایک نئی بدعت ہے۔

بادشاہ نے پوچھا: کیسے؟

علوی (شیعہ مناظر) نے جواب دیا: ائمہ مذاہب چار ہیں: ابوحنیفہ، مالک، شافعی اور احمد بن حنبل۔ یہ چاروں پیغمبر اکرمؐ کے زمانے کے بعد کی پیداوار ہیں، تو آپ خود غور فرمائیں کہ کیا پیغمبر اکرمؐ کے بعد ان ائمہ کے زمانے تک والے لوگ گمراہ اور باطل پرست تھے؟

قول مترجم

ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کی ولادت ۸۰ھ میں اور وفات ۱۵۰ھ بغداد میں ہوئی۔ مالک بن انس کی پیدائش ۹۰ھ میں اور وفات ۱۷۹ھ مدینہ منورہ میں ہوئی۔ محمد بن ادریس شافعی کی پیدائش ۱۵۰ھ میں اور وفات ۲۰۴ھ مصر میں ہوئی۔ احمد بن حنبل کی پیدائش ۱۱۰ھ میں اور وفات ۱۶۵ھ میں بغداد میں ہوئی۔ (حیٰوۃ الحیوان، ص ۵۲)

گویا سید (شیعہ مناظر) کا مقصد صرف یہ ظاہر کرنا تھا کہ یہ لوگ پیغمبر اکرمؐ کے کافی عرصے بعد میں پیدا ہوئے اور اگر ان میں امامت کا حصر کیا جائے تو پیغمبر اکرمؐ کے بعد ان کے زمانے تک کے لوگ یقیناً گمراہی پر ہوں گے کیونکہ ان کا امام کوئی نہ تھا۔

شیعہ مناظر نے پوچھا: ان چار اماموں میں مذاہب کو محدود کرنے کی کیا دلیل ہے جبکہ ان کے علاوہ بھی فقہاء موجود تھے۔ کیا اس بارے میں پیغمبر اکرمؐ کی جانب سے کوئی فرمان موجود ہے؟

بادشاہ نے عباسی سے کہا: اس کا جواب دو۔

عباسی (سنی مناظر) نے کہا: یہ چار باقی علماء وفقہاء سے علم میں فائق تھے۔

بادشاہ نے پوچھا: کیا ان چار آدمیوں کے علاوہ باقی لوگوں کا علم خشک ہوگیا تھا۔

عباسی (سنی مناظر) نے کہا: شیعہ بھی تو صرف حضرت جعفر صادق علیہ السلام کی اتباع کرتے ہیں۔[۸۴]

علوی (شیعہ مناظر) نے کہا: بے شک ہم لوگ جعفر صادقؑ کی اتباع کرتے ہیں کیونکہ ان کا مذہب رسول اللہؐ کا مذہب تھا کیونکہ آپ ان اہلبیت میں سے ہیں جن سے آیت تطہیر بھیج کر اللہ نے رجس کو دور رکھا ہے اور ہم بارہ اماموں کے پیروکار ہیں لیکن چونکہ امام جعفر صادق علیہ السلام کو علم فقہ وتفسیر و حدیث کے نشر واشاعت کا دوسرے ائمہ کی بہ نسبت زیادہ سے زیادہ موقع ملا کیونکہ اس زمانے میں امویوں اور عباسیوں کے درمیان باہمی آویزش کو فروغ حاصل تھا اور کرسی اقتدار کی

جنگ جاری تھی اور شیعوں کو کچھ آزادی کی سانس نصیب ہوئی تھی اسی لئے آپ کے حلقہ درس میں تقریباً چار ہزار افراد موجود ہوتے تھے[1] اور امویوں اور عباسیوں نے چونکہ اسلام کا خوشنما چہرہ داغدار اور بدنما کردیا تھا لہذا آپ نے معالم اسلام کی ازسرنو تجدید فرمائی۔ پس اسی بناپر مذہب شیعہ جعفریہ کے نام سے موسوم ہوا اور شیعوں کو جعفری کہا جانے لگا۔

بادشاہ نے عباسی (سنی مناظر) سے کہا: اس کا جواب دو۔

عباسی نے کہا: ہم اہلسنت نے چار اماموں کی تقلید کو ہی اپنایا ہے۔

علوی نے جواب دیا: تم نے نہیں اپنایا بلکہ بعض حکام نے ایسا کرنے پر تمہیں مجبور کردیا تھا اور تم اندھی تقلید کرتے ہوئے ان لوگوں کے پیچھے چل پڑے حالانکہ اس تقلید کی تمہارے پاس نہ کوئی دلیل ہے نہ برہان۔

عباسی نے خاموشی اختیار کرلی۔

۱۔ جیسا کہ الامام الصادق والمذاہب الاربعہ اور تاریخ بغداد میں مذکور ہے۔ (ناشر)

معرفت امام کا وجوب

علوی (شیعہ مناظر) نے کہا: بادشاہ! میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر عباسی اس حالت میں مر جائے تو اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔

بادشاہ نے پوچھا: اس کی دلیل بیان کیجئے۔

علوی (شیعہ مناظر) نے کہا: رسول اللہؐ سے حدیث وارد ہے: مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَعْرِفْ إِمَامَ زَمَانِهِ مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً. یعنی جو شخص امام زمانہ کی معرفت کے بغیر مر جائے اس کی موت کفر کی موت ہے۔ آپ اس سے پوچھیں کہ تیرا امام زمان کون شخص ہے؟

عباسی (سنی مناظر) نے حدیث کا سرے سے انکار کر دیا۔

بادشاہ نے وزیر سے پوچھا: کیا یہ حدیث رسول اللہؐ سے وارد ہے؟

وزیر نے جواب دیا: جی ہاں۔[1] ۸۵

بادشاہ نے کہا: اے عباسی! میں تو تجھے نیک سمجھتا تھا لیکن تُو تو جھوٹا آدمی نکلا۔

۱۔ حافظ نیشاپوری نے اپنے صحیح میں ج ۸، ص ۱۰۷۔ پر ینابیع المودۃ، ص ۱۱۷۔ فحات اللاہوت، ص ۳ اور صحیح مسلم میں بھی ہے۔ (ناشر)

عباسی (سنی مناظر) نے (مبہوت الحواس ہوکر) کہہ دیا: میں اپنے امام زمانہ کو جانتا ہوں۔

علوی (شیعہ مناظر) نے پوچھا: بتاؤ وہ کون ہے؟

عباسی (سنی مناظر) نے جواب دیا: کہ یہ بادشاہ (میرا امام زمانہ ہے)۔

علوی (شیعہ مناظر) نے فوراً کہا: جناب عالی! یہ بالکل سفید جھوٹ بول رہا ہے اور آپ کی خوشامد کر کے گلوخلاصی چاہتا ہے۔

بادشاہ نے کہا: یہ تو میں بھی جانتا ہوں کہ یہ جھوٹ کہہ رہا ہے کیونکہ میں اپنے آپ کو خود جانتا ہوں کہ امام زمانہ ہونے کی صلاحیت میں نہیں رکھتا کیونکہ میں ایک جاہل آدمی ہوں، اپنے اوقات کا بیشتر حصہ شکار اور لعب ولہو میں اور حکومتی امور میں گزارتا ہوں۔

پھر بادشاہ نے علوی سے دریافت کیا: تیری رائے میں امام زمانہ کون ہے؟

علوی نے جواب دیا: میری رائے میں امام زمانہ حضرت مہدی علیہ السلام ہیں۔ جیسا کہ ایک حدیث میں پہلے پیش کر چکا ہوں۔ پس جو اس کی معرفت رکھے گا اس کی موت اسلام پر ہوگی اور جنتی ہوگا۔ لیکن جو بھی اس کی معرفت کے بغیر مرے گا اس کی موت کفر پر ہوگی اور وہ دوزخی ہوگا۔

یہ مناظرہ پورے تین دن جاری رہا اور اسی نکتہ پر اختتام پذیر ہوا۔

شہنشاہ سلجوقی کا اہم تاریخی فیصلہ

جب یہ بات یہاں تک پہنچی تو بادشاہ کے چہرے پر خوشی و انبساط کی لہر دوڑ گئی اور فرط سرور سے اس کا چہرہ جگمگا اٹھا۔ پس حاضرین کے سامنے کھڑے ہو کر مناظرہ کے نتیجے کا خود اعلان کیا۔

حاضرین مجلس اس تین دنوں کی مسلسل مناظرانہ گفت وشنید کے بعد میں مطمئن ہوگیا ہوں اور مجھے یقین ہوگیا ہے کہ **شیعہ مذہب حق** ہے اور شیعی عقائد و اقوال صحیح ہیں۔ پس اہلسنت کا مذہب باطل اور ان کے عقائد بالکل غلط ہیں اور میں ضدی شخص نہیں ہوں بلکہ جب حق معلوم ہو جائے تو میں اس کو مان لیتا ہوں اور اس کے آگے جھک جاتا ہوں اور میں دنیا میں باطل پرست اور آخرت میں اہل نار سے ہونا پسند نہیں کرتا۔

لہذا اس بھری محفل میں اپنے شیعہ ہونے کا اعلان کرتا ہوں اور تم میں سے جو بھی میرا سچا دوست بننا چاہے وہ اللہ پر توکل کر کے شیعہ ہونے کا اعلان کردے تاکہ اپنے آپ کو باطل کی تاریکیوں سے نکال کر نور حق کی فضا میں پہنچانے کی سعادت حاصل کر سکے۔

وزیراعظم نظام الملک کا اعلان

بادشاہ کی تقریر کے بعد وزیر مملکت نظام الملک نے بیان دیا کہ میں پہلے بھی جانتا تھا کہ شیعہ مذہب حق ہے اور طالب علمی کے زمانے سے مجھے علم تھا کہ صحیح مذہب صرف شیعہ ہے۔ لہذا اس نتیجہ خیز بحث کے بعد میں بھی اپنے شیعہ ہونے کا اعلان کرتا ہوں۔ اس کے بعد ستر افراد نے جو علماء، وزراء اور فوجی آفیسران میں سے تھے، شیعہ ہونے کا اعلان کیا۔

جب بادشاہ نظام الملک، وزراء آفیسران اور اراکین دولت کے شیعہ ہونے کی خبر نشر ہوئی تو رعایا میں سے بہت سوں نے مذہب شیعہ کے قبول کرنے کا اعلان کردیا اور نظام الملک (جو میری زوجہ کا والد ہے) نے تمام بغداد کے حکومتی اسکولوں اور کالجوں میں حکم صادر کردیا کہ مدرسوں میں شیعہ مذہب کی تعلیم کو رائج کیا جائے۔

ضدی علماء کا ردّ عمل

لیکن اہلسنت کے بعض علماء باطل پر ڈٹے رہے اور اپنے سابق مذہب کو چھوڑنے کی جرأت نہ کرسکے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً ○ یعنی وہ پتھر جیسے یا پتھروں سے بھی سخت ترین ہیں۔

پس انہوں نے بادشاہ اور نظام الملک کے خلاف ریشہ دوانیاں شروع کردیں اور انہوں نے نظام الملک کو ہی اس نتیجے کا ذمہ دار قرار دیا کیونکہ نظام حکومت ان ہی کے ہاتھ میں تھا۔

آخر ان ضدی اور عناد پسند ملاؤں کے ایما پر نظام الملک کی طرف ظلم کا ہاتھ بڑھا اور اس پر قاتلانہ حملہ کردیا گیا جس سے وہ جانبر نہ ہوسکا۔ پس اس کی شہادت ۱۲/ ماہ رمضان المبارک ۴۸۵ھ کو ہوئی اور بقول مقاتل ابن عطیہ سلجوقی شہنشاہ ملک شاہ کو شہید کردیا گیا۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ○

عوام کے استفادہ کے لئے میں نے اس کا اردو ترجمہ شائع کیا ہے اور بعض مقامات پر ضروری حواشی کا اضافہ بھی کیا ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ اس سے لوگوں کو استفادہ کی توفیق دے اور ہمیں زیادہ سے زیادہ خدمت مذہب کی سعادت عطا فرمائے:

ثُمَّ اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ○

وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهِ الطَّاهِرِیْنَ○

علامہ حسین بخش جاڑا بقلمہ

۱۰ ربیع الثانی ۱۴۰۱ھ

مطابق ۱۶ فروری ۱۹۸۱ء

بروز سوموار پونے ایک بجے دوپہر

امام بارہ قصر زہرا ڈیرہ غازی خان

حوالہ جات

۱۔ سفینۃ الراغب، ص ۵۰۔ ط دار الطباعۃ العامۃ بولاق، مصر، ۱۲۵۵ھ

۲۔ مسند امام احمد، ۲/۴۳۶۔ حیاۃ الصحابہ، کاندہلوی ۳

۳۔ لولوء والمرجان، ۳/۱۳۷، ط مصر

۴۔ طبقات الکبریٰ لابن سد طبعۃ لیدن، ۱۳۲۵ھ۔ ۲/۴۱ من قسم الثانی، الکامل ابن اثیر ۲/۳۱۷، ط صادر بیروت، ۱۴۰۲ھ۔ تاریخ ابن عساکر ۲/۳۹۱۔ سیرہ حلبیہ ۳/۲۰۷، ط قاہرہ۔ عیون الاثر ابن سید الناس ۲/۳۵۵، ۳۵۶۔ طبری ۳/۱۸۸، ط مطبعۃ الحسنیہ۔ المغازی للواقدی ۳/۱۱۸، ۱۱۹۔ سیرۃ نبویہ وآثار محمدیہ، سید احمد بن زینی وحلان بھامش۔ سیرۃ حلبیہ ۳/۳۳۹۔ ملل ونحلل ۱/۲۳، ط مصطفیٰ البانی حلبی، قاہرہ۔ کنز العمال ۵/۳۱۲۔

۵۔ ملل ونحلل ۴/۲۱۱، ط محمد امین خانجی، مصر، ۱۳۲۱ھ

۶۔ فتوحات اسلامیہ ۲/۳۶۵، ط مصر

۷۔ اجوبۃ مسائل جار اللہ، ص ۳۴ و ۳۷، طبعۃ ثانیہ، ۱۳۷۳ھ

۸۔ تفسیر کشاف ۲/۱۷۱، ط مصر

۹۔ صحیح بخاری مشکول ۳/۲۲۶، باب جمع قرآن

۱۰۔ تاریخ طبری ۵/۳۴، ط اولی مصر

۱۱۔ کامل ابن اثیر ۲/۳۲۷

۱۲۔ امامۃ و سیاسۃ ۲/۲۰، ط موسسہ حلبی قاہر، تحقیق دکتر طہٰ زینی۔ امام المتقین ۱/۰۷۔ استاد عبدالرحمٰن شرقاوی نشر مکتبہ غریب بالفجالہ۔

۱۳۔ الاعلام ۶/۱۱۰۔ امام علی بقیۃ النبوۃ و خاتم الخلافۃ، ص ۱۰۵، ۱۰۷، ط مصر، ۱۳۸۶ھ

۱۴۔ اسباب نزول، ص ۱۱۵، ط مصر

۱۵۔ درمنثور فی تفسیر بالماثور ۴/۳۶۶

۱۶۔ صحیح بخاری ۴/۵۴، بحاشیہ مندی۔ صحیح مسلم ۲/۴۸۲۔ مسند احمد ۱/۳۸۸۔ ملل و نحلل ۴/۳۰۵

۱۷۔ شرح نہج البلاغہ، ط اولی ۱/۲۹۴

۱۸۔ صحیح بخاری بحاشیہ مندی ۳/۲۰۷۔ تجرید الصریح ۲/۱۱۴، ط مصر، ۱۳۴۷ھ

۱۹۔ صحیح بخاری بحاشیہ مندی ۳/۱۹۱، ۱۹۲

۲۰۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ۲/۳۰۶، طبعۃ اولی

۲۱۔ امام جعفر صادق، ص ۲۵۶، ط مجلس الاعلی للشوؤن اسلامی بالقاہرہ

۲۲۔ اسراء ۷۲

۲۳۔ نساء ۸۸

۲۴۔ توبہ ۹۳

۲۵۔ الانسان ۳

۲۶۔ شرح نہج البلاغہ ۱۲/ ۱۷۸
۲۷۔ مسند امام احمد ۲/ ۲۳۳
۲۸۔ شرح نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید ۳/ ۱۴۲، ط اولی مصر
۲۹۔ الامامۃ والسیاسۃ ۱/ ۲۰۔۱۹، ط موسسۃ الحلبی مصر
۳۰۔ تفسیر کشاف ۲/ ۱۱۶۔ تفسیر روح البیان ۳/ ۲۳۰
۳۱۔ درمنثور فی تفسیر بالماثور ۶/ ۳۱۵۔ تفسیر سراج المنیر ۴/ ۴۸۴۔ تفسیر روح البیان ۱۰/ ۳۳۱۔ تفسیر طبری ۳/ ۳۲۔ تفسیر خازن ۴/ ۳۵۳
۳۲۔ قلم ۴
۳۳۔ تاریخ بغداد ۱۳/ ۳۷۳، ط قاہرہ
۳۴۔ نساء ۶۵
۳۵۔ درمنثور ۶/ ۷۹، ط مصر ۱۳۱۴ھ
۳۶۔ درمنثور ۶/ ۷۷۔ عیون الاثر ۲/ ۱۱۹۔ سقیفہ والخلافہ ۷۵، ط مصر
۳۷۔ تاریخ مدینہ منورہ ۲/ ۵۹۶
۳۸۔ نہایہ فی غریب الحدیث والاثر ۵/ ۸۰
۳۹۔ شرح نہج البلاغہ ۱/ ۲۳۶۔۲۳۷، ط مصر
۴۰۔ تاریخ الخمیس ۲/ ۲۵۹۔ حیاۃ الحیوان للدمیری ۱/ ۴۹، ط مصر
۴۱۔ الامامۃ والسیاسۃ ۱/ ۲۸، ط مصر، تحقیق ڈاکٹر طٰہٰ زینی
۴۲۔ الامامۃ والسیاسۃ ابن قتیبہ ۱/ ۵۷، ط عباس حلبی، مصر
۴۳۔ صحیح بخاری ۴/ ۱۸۷، کتاب دیات۔ مسند امام احمد ۴/ ۴۰۱۔ ۵/ ۴۳، ۴۷، ۴۸

۴۴۔ سیرہ حلبی ۲/۲۳۴، ط مصر

۴۵۔ سیرہ حلبیہ ۲/۷۳، ط مصر

۴۶۔ ذخائر العقبیٰ، ص ۸۳، ط مکتبہ قدسی، مصر

۴۷۔ ذخائر العقبیٰ، ص ۷۷، ط مصر

۴۸۔ ذخائر العقبیٰ، ص ۸۰

۴۹۔ امامۃ و سیاسۃ ۲/۲۰، ط مصر

۵۰۔ ذخائر العقبیٰ، ص ۸۲، ط مکتبہ قدسی، قاہرہ

۵۱۔ تاریخ ادب عربی ۳/۱۸۱

۵۲۔ امامۃ والسیاسہ ابن قتیبہ ۲/۲۰، ط قاہرہ موسسہ حلبی

۵۳۔ صحیح بخاری مشکول حاشیہ مسندی ۴/۳۵

۵۴۔ نساء ۲۴

۵۵۔ محاضرات، ط مصر

۵۶۔ بخاری ۱/۲۳۷

۵۷۔ مع رجال الفکر قاہرہ، ص ۴۰، ط اولی مصر، ۱۹۷۴ء

۵۸۔ درمنثور فی تفسیر الماثور ۱/۱۴۱، ط مصر

۵۹۔ امام علی بقیۃ النبوۃ و خاتم الخلافہ، ص ۲۲

۶۰۔ عیون الاثر ۱/۲۲۷۔ ۱/۲۷۹۔ ۲/۶۔ ۲/۳۸۔ ۲/۶۱۔ ۲/۶۹

۶۱۔ مجلۃ اہل البیت تصدر ہا رابطۃ اہل بیت الاسلامیہ العالمیہ بلندن العدد ۳۳/۳، شوال ۱۴۱۶ھ، آذار ۱۹۹۶ء

۶۲۔ کامل فی التاریخ ۳۵۹/۲

۶۳۔ اسنی المطالب، ص۱۲و۱۳، ط مصر

۶۴۔ سیرۃ حلبیہ ۱۹۷/۳، ط مصر

۶۵۔ امامۃ و سیاسۃ ۱۹/۲، ط مصر

۶۶۔ ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ، ص۲۴، ط قاہرہ

۶۷۔ امامۃ و سیاسۃ ۲۰/۲، ط موسسہ حلبی، مصر

۶۸۔ شرح نہج البلاغہ ۲۰/۲، ط اولی مصر

۶۹۔ ذخائر العقبیٰ، ص۵۴، ط مکتبہ قدسی، قاہرہ

۷۰۔ شرح نہج البلاغہ ۸۲/۴، ط مصر

۷۱۔ درمنثور فی تفسیر ماثور ۱۷۷/۴

۷۲۔ شرح نہج البلاغہ ۸۱/۴، ط اولی مصر

۷۳۔ سنن ابی داؤد ۲۰۷/۲، ط مصر۔ تیسیر الوصول ۳۴/۲۔ تاریخ خلفاء سیوطی، ص۵۔ تاریخ بغداد ۱۲۶/۲۔ صواعق المحرقہ، ص۱۱۔ ینابیع المودۃ، ص۴۴۵، ط اسلامبول۔ بدایہ ونہایہ ۲۴۸/۶

۷۴۔ سنن ابی داؤد کتاب مہدی ۵۰۹/۲، ط دارجنان، بیروت

۷۵۔ شرح مقاصد ۳۰۷/۱۔ ینابیع المودۃ ۲۵۸/۱، ط استنابول۔ شرح نہج البلاغہ۔ ابن ابی الحدید ۱۰۴/۱۹

۷۶۔ سورۂ بقرہ ۱۵۹

۷۷۔ کنزالعمال ۲۲۲/۱، حدیث ۱۱۱۸

۷۸۔ نہایہ فی غریب حدیث واثر ۱/ ۱۰۷

۷۹۔ سیرہ حلبیہ ۲/ ۹۸

۸۰۔ مقاتل الطالبین، ص ۴۴۶، مصر

۸۱۔ دیمقراطیہ ابداً، ص ۱۵۵، طبع ثالث، ۱۳۵۴ھ، دمشق

۸۲۔ مسند امام احمد ۱/ ۵۲۔ ۳/ ۳۲۵۔ ۳۵۶۔ ۳۶۳

۸۳۔ منتخب کنز العمال ہامش مسند امام احمد ۱/ ۱۱۱۔ مفردات راغب ۳۹

۸۴۔ امام صادق و مذاہب اربعہ ۱/ ۲۱۵، ط بیروت

۸۵۔ عثمانیہ ۳۰۱، ط دارالکتاب عربی، مصر۔ امام جعفر صادق، ۳۴۷، ط مجلس اعلیٰ شؤن اسلامیہ قاہرہ